خوشگوار ازدواجی زندگی

کے

رہنما اصول

ترتیب

حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی قاسمی مدظلہ
مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

مؤلف
عبداللطیف قاسمی
استاذ جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

۲۴۷۵۵۴
کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

خوش گوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول

ترتیب

حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی قاسمی مدظلہ

مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

مؤلف

مفتی عبداللطیف قاسمی

اُستاذ جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

۲۴۷۵۵۴

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

حقوق الطبع محفوظة للمؤلف

تفصیلات

نامِ کتاب	:	خوش گوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول
مؤلف	:	مفتی عبداللطیف قاسمی جامعہ غیث الہدی بنگلور
صفحات	:	۱۴۴
طباعت ثانیہ	:	۱۴۴۷ھ مطابق ۲۰۲۵ء
موبائیل نمبر	:	+91 9986694990
ای میل	:	abufaizanqasmi@gmail.com
ویب سائٹ	:	https://faizaneqasmi.com

ملنے کے پتے:

• جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور • کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

دیوبند و بنگلور کے جملہ کتب خانے

فہرست مضامین

- عرضِ احوال ۹
- دعائیہ کلمات ۱۳
- نکاح کی فضیلت ۱۵
- نکاح کی تعریف ۱۵
- نکاح کا حکم ۱۶
- شرائطِ نکاح ۱۷

محرمات کا بیان

- یعنی وہ مرد وخواتین جن سے نکاح حرام ہے ۱۹
- نسبی محرمات ۱۹
- رضائی محرمات ۲۰
- سسرالی محرمات ۲۰
- عارضی محرمات ۲۰
- بے ایمان مرد وخواتین سے نکاح ۲۱

نکاح کے مقاصد

- عفت و پاک دامنی ۲۳
- مودت ورحمت ۲۴

● نسل انسانی کی بقاء ۲۵
وقت پر نکاح کرنے میں دین کی حفاظت ۲۷

نکاح میں تاخیر کے اسباب

● جہیز کی تیاری ۲۹
● مروجہ جہیز کی خرابیاں ۳۰
● فضول خرچی ۳۱
● تعلیم کے لیے نکاح میں تاخیر ۳۲

لباسِ زندگی کا انتخاب

● لباسِ زندگی کا انتخاب اور سرپرستوں کی رضامندی...... ۳۶
● رشتہء نکاح میں لڑکے کی رائے کا بھی لحاظ ۳۷
● نکاح اور لڑکی کی رضامندی ۳۸
● مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت ۳۹
● لڑکی کا پیام دینے والے کو دیکھنا ۴۰
● مخطوبہ کو دیکھنے کے اصول و احکام ۴۱

نکاح کا مسنون طریقہ

● ولیمہء مسنونہ ۴۶
● ولیمہ زفاف کے بعد ۴۷
● زفاف سے پہلے ولیمہ ۴۹
● ولیمے کی مدت ۴۹

میاں بیوی کے حقوق

● شوہر کے حقوق ۵۲

● شوہر کی اطاعت وفرماں برداری ۵۲
● گھر کی نگرانی اور حفاظت ۵۳
● شوہر کے گھر میں قیام ۵۴
● میکے جانا ۵۴
● میکے میں قیام ۵۵
● اصلاح کے لیے بیوی کی تادیب وتنبیہ ۵۶
● کن امور میں تادیب کی جائے ۵۷
● طلاق کا حق ۵۷
● میراث کا حق ۵۷
● بیوی کے اخلاقی واجبات ۵۸

بیوی کے حقوق

● مہر ۶۰
● نفقہ ۶۲
● نفقے میں شامل چیزیں ۶۳
● خوراک ۶۳
● لباس ۶۴
● مکان ۶۴
● والدین کے مشترکہ مکان میں قیام ۶۵
● لڑکے کے والدین کی ذمہ داری ۶۶
● بیوی کا علاج شوہر کے ذمے ۶۶
● بیویوں کے درمیان عدل وانصاف ۶۹

● حسنِ معاشرت ٧١

ازواج مطہرات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت

● حقِ میراث ٧٤

خوش گوار ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول

● بیوی کو نظر انداز کرنا ٧٦
● طلاق کی دھمکی ٧٧
● بے عزت کرنا ٧٧
● بیوی کے لیے وقت نہ نکالنا ٧٨
● بیوی کے لیے پابندی اور اپنے لیے آزادی ٧٨
● بیوی کے رشتہ داروں سے بے اعتنائی ٧٩

نیک بیوی کی چار صفات

● حسنِ سیرت ٨١
● اطاعت ٨٢
● حفاظت ٨٣
● معاونت ٨٣

سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک

● شوہر کا اپنے خسر کے ساتھ حسنِ سلوک ٨٧
● امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ٨٨
● امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ٨٩
● نسبتی برادران کے ساتھ حسن سلوک ٩٠
● نسبتی بہنوں کے ساتھ حسن سلوک ٩١

●سوتیلی اولاد کی کفالت وتربیت ۹۱
●عام سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک ۹۲
●بیوی کی سہیلیوں کے ساتھ حسنِ سلوک ۹۳

بیوی کا اپنے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ

●نندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ.. ۹۶
●سوتیلی اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ ۹۷
●شوہر کے متعلقین کے ساتھ اچھا برتاؤ.......................... ۹۸
●سسرالی رشتہ داروں کی تعظیم ۹۹

طلاق اسلامی نقطۂ نظر

●طلاق ایک سخت ناپسندیدہ عمل.................................. ۱۰۳
●طلاق ایک ناخوش گوار ضرورت ۱۰۳
●طلاق مرد کا حق... ۱۰۴

ازدواجی الجھنوں کا حل

●اختلافات دور کرنے میں سماج کی ذمہ داری................. ۱۰۷

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

●طلاقِ احسن.. ۱۱۱
●طلاق رجعی ۱۱۳
●رجعت کا طریقہ ۱۱۴
●طلاقِ بائن ۱۱۴
●طلاقِ مغلظ/تین طلاق ۱۱۵

●ایک غلط فہمی کا ازالہ ۱۱۷

طلاق کے بعد متعہ کا حکم

●متعہ کی مقدار ۱۲۱

خلع کی شرعی حیثیت اور اس کے احکام

●بدلِ خلع کی مقدار ۱۲۵
●خلع کے احکام ۱۲۶

عدت کی شرعی حیثیت اور اس کے مسائل

●عدتِ طلاق کی مدت ۱۲۸
●عدت کے احکام ۱۲۸

سنت کے موافق نکاح عبادت اور باعثِ برکت

●نکاح انسانی ضرورت ۱۳۲
●نکاح عبادت ۱۳۳
●آپسی محبت کے لیے اللہ کی خوش نودی ۱۳۴
●نکاح کی برکت کیا ہے؟ ۱۳۵
●نکاح میں دونوں خرچ لڑکے کے ذمے ۱۳۵
●ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنانے کے تین اصول ۱۳۶
●محبت ۱۳۷
●نرمی کا برتاؤ ۱۴۰
●معاف کرنا ۱۴۰
●خطبۂ نکاح ۱۴۱
●فہرست مآخذ و مراجع ۱۴۳

عرضِ احوال

تمام تعریفیں اُس مہربان رب کے لیے ہیں جس نے انسان کو ایک جان سے پیدا فرمایا اور اس کے سکون کے لیے اس کی رفیقہء حیات کو بھی پیدا فرمایا، لاکھوں درود و سلام ہو آقائے مدنی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنھوں نے اللہ کی مرضی کے مطابق بہترین پرسکون زندگی گذار کر بتائی، آپ کے صحابہ و تابعین پر جنھوں نے آپ کی تعلیمات کو اپنایا اور ان تمام بندگانِ خدا پر جو ربِ ذوالجلال و رسول صاحبِ جمال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کو اپنا مشغلہ بنایا۔

نکاح ایک عبادت، زندگی کی راحت و سکون کا سامان اور جنسی تسکین کا جائز ذریعہ ہے، نکاح کا دن ہر جوان لڑکے و لڑکی کے لیے خوشیوں و مسرتوں سے بھرپور اور ہر جوڑے کا یادگار دن ہوتا ہے۔

رشتہ طے ہونے کے بعد سے نکاح کی تقریب کی تزئین، سامان کی خرید و فروخت، عزیز و اقارب کو حاضری کی دعوت وغیرہ میں نہایت مصروف اور شادی کے دن کے انتظار میں بے قرار و بے چین نظر آتے ہیں، اللہ اللہ کر کے شادی کا دن اپنی تمام رنگینیوں، خوشیوں، مسرتوں اور مبارک بادیوں کے ساتھ دولہا اور دلہن کی زندگی کا ایک ناقابلِ فراموش حصہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام شادی شدہ جوڑوں کے لیے ہر دن عید کا دن اور ہر رات شب براءت بنائے۔ آمین

ان سب خوشیوں اور تیاریوں کے باوجود ایک اہم اور زندگی کو پرسکون بنانے والے ایک قیمتی تحفے سے لوگ عموماً غافل ہوتے ہیں، وہ قیمتی تحفہ ''ازدواجی زندگی کے اسلامی اصول، تعلیمات وہدایات'' ہیں جن کی طرف خطبہء نکاح کی آیتیں اشارہ

کرتی ہیں۔

اُس اللہ سے ڈرو جس کا نام لے کر تم آپس میں ایک دوسرے سے (حقوق وغیرہ سے متعلق) سوال کرتے ہو اور رشتہ داری سے ڈرو (رشتہ داری کو توڑنے سے بچو جس میں ازدواجی رشتہ بھی داخل ہے)۔(النساء:۱)

اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے، (شادی سے پہلے کی زندگی میں، شادی کے بعد کی زندگی میں)۔(آل عمران:۱۰۲)

اللہ سے ٹھیک اور درست بات کہو۔(الاحزاب:۷۲)

(بطور خاص نکاح کے بندھن میں بندھتے وقت بیویوں سے حقوقِ زوجیت اور حسن سلوک کا جو وعدہ اور قول و قرار کرتے ہو، ان کو پورا کرو)

ان اہم ہدایات و تعلیمات سے نوجوان لڑکے و لڑکیاں اور خاندان کے بزرگ افراد جو دو دلوں کے جوڑنے میں سنگِ میل ادا کرنے کا رول ادا کر رہے ہوتے ہیں، وہ سب عموماً غافل ہوتے ہیں۔

نکاح کے بندھن میں بندھ جانے کے بعد میاں بیوی کے آپسی حقوق کیا ہیں؟ ان کی ادائیگی میں کیا راحتیں ہیں؟ ادا نہ کرنے میں کیا مصیبتیں، الجھنیں چھپی ہوئی ہیں، نہ دولہا کو پتہ ہوتا ہے کہ لفظ ''قبول'' سے اپنے ناتواں کندھوں پر کس بارِ گراں کو اٹھانے جا رہا ہے، نہ بیوی بننے والی لڑکی کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ کس بندھن میں بندھی جا رہی ہے، اس کی کیا نزاکتیں ہیں؟ نہ ہی اُن مشفق و مہربان والدین کو کچھ احساس ہوتا ہے جو اپنی اولاد کو دولہا و دلہن کی شکل میں نہایت خوش و شادماں دیکھنے کے لیے انتھک کوشش میں لگے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کے لیے ایسا تحفہ (خوش گوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول) شادی کے موقع پر دیا جائے جو اس رشتے کو ہمیشہ خوشیوں کے ساتھ باقی رکھنے والا اور ازدواجی زندگی کو نہایت خوش گوار اور جنت نشاں بنا سکے۔

الغرض جب شادی کے چند دن بخوشی گذر جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی حق تلفی

شروع ہوجاتی ہے، جب بیوی کی طرف سے ناز ونخرے ناقابلِ برداشت ہوجاتے ہیں، یا شوہر کے ناجائز ونامناسب مطالبات کی وجہ سے گھر اجڑتا ہوا نظر آتا ہے، تب علماء کرام کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور پریشانیوں کی شکایات، مقدس رشتوں کی پامالی کے واقعات کا حکم معلوم کیا جاتا ہے۔

شوہر کہتا ہے: میں نے غصے میں اس طرح کی بات کہہ دی ہے، اب رشتہ باقی رہا کہ نہیں؟ دارالافتاء میں اور فون پر مسائل معلوم کرنے میں سوالات کی اکثریت ان ہی امور سے متعلق ہوتی ہے۔

یہی وہ باتیں ہیں جو استاذِ محترم مشفق، محسن ومربی اور داعی کبیر حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی وقاسمی مدظلہ العالی، مہتمم جامعہ غیث الہدی بنگلور کو پریشان کررہی تھیں، عرصہ دراز سے آپ کی خواہش وفکر تھی کہ اِس موضوع پر ایک مختصر سا رسالہ ترتیب دیا جائے جو''نکاح کی اہمیت، ازدواجی حقوق، خوش گوار ازدواجی زندگی کے اصول، طلاق کی شرعی حیثیت اور طلاق کا غلط استعمال''وغیرہ پر مضامین پر مشتمل ہو جس کو امت کے نوجوان اور خاندانی بزرگوں کے سامنے پیش کیا جائے اور ان کی ذہن سازی کی جائے؛ تاکہ امت کے نوجوانوں میں پائی جانے والی''شرحِ طلاق''کم ہوسکے، لوگ پرسکون ازدواجی زندگی بسر کرسکیں۔

عجیب اتفاق کہ اس رسالے کی ترتیب کے دوران فرقہ پرست مرکزی حکومت ''بی، جے، پی''نے''طلاقِ ثلاثہ''اور تعددِ ازواج''کو بنیاد بنا کر سپریم کورٹ میں ''مسلم پرسنل لا''کو ختم کرکے''یونیفارم سول کوڈ''نافذ کرنے کے لیے حلف نامہ داخل کیا ہے، فرقہ پرست حکومت کو''مسلم پرسنل لا''کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے جو بہانہ ملا ہے، وہ نادان اور دین بے زار؛ بلکہ دین کا مذاق اڑانے والے اور مغربی تہذیب سے متاثر اور مغربی تہذیب کے شانہ سے شانہ ملا کر چلنے والوں کی بے راہ روی اور''طلاق''کا غلط استعمال ہے۔

اس تناظر میں اس رسالے کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ امت کے نوجواں طبقے کو ان کی ذمہ داریوں سے واقف کرایا جائے اور مسلم طبقے میں ''نکاح وطلاق'' سے متعلق بیداری لائی جائے، اس لیے حضرت والا نے بندۂ ناچیز کو اس رسالے کی ترتیب کا حکم دیا اور ہر مرحلے میں رہنمائی فرمائی اور سفرِ عمرہ کے موقع پر مسجد نبوی۔علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام۔میں دعائیہ کلمات تحریر فرمائے، رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں از اول تا آخر بالاستیعاب نظر ثانی اور تصحیح فرمائی ہے، اس رسالے کا انگریزی ترجمہ اور رمن انگریزی (نقوش انگریزی تلفظ اردو) بھی میں ترجمہ کرایا گیا ہے، آخرِ کتاب میں حضرت اقدس مدظلہ کی ایک نہایت بہترین، شان دار اور دل کو چھو لینے والی تقریر ''سنت کے موافق نکاح عبادت اور باعثِ برکت'' کے عنوان سے شامل کی گئی ہے۔

یہ عاجز مقامِ مقدس میں تحریر کئے گئے دعائیہ کلمات سے اس رسالے کی قبولیت کی امید رکھتا ہے، مرتب دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو دنیا وعقبی میں بہترین جزاء نصیب فرمائے، آپ کی عنایتوں ونوازشوں سے محروم نہ فرمائے اور بصحت وعافیت آپ کے سایے کو تادیر قائم رکھے اور اس رسالے کو اور مرتب کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

عبداللطیف قاسمی
خادم تدریس جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور
۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ
مطابق ۲۵/جون ۲۰۱۷ء

دعائیہ کلمات

داعیٔ کبیر حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ غیث الہدی بنگلور

الحمدلله ،والصلوة والسلام علی رسول الله صلی علیه، وآله، وصحبه، وبارك، وسلم تسلیما کثیرا کثیرا، امابعد:

گذشتہ سال شعبان میں ہمارے دوست مولانا منیر الدین صاحب۔زید لطفہ۔ کے مدرسہ ''جامعہ بحر العلوم'' ملکال مرو کا سالانہ جلسہ تھا،علمائے کرام کے پرجوش ، فکر انگیز خطابات ہوئے ،اسی اجلاس کے دوران ایک دلی تڑپ کی راہ ملتی نظر آئی ، امتِ مسلمہ میں بڑھتے ہوئے ازدواجی جھگڑے اور خاندانی مسائل کے حل کے لیے ایک تربیتی پروگرام مرتب کیا جائے اور اس کے لیے ایک مختصر سا رسالہ ہو جس میں اہم باتیں مذکور ہوں اور وہ رسالہ زوجین اور ان کے گھرانوں کے سامنے سنایا جائے۔

احقر نے صاحبِ قلم نوجوان عالم دین مولانا مفتی عبداللطیف۔زید فضلہ۔کو یہ ذمہ داری سونپی۔ماشاء اللہ۔یہ رسالہ تیار ہوا،آج ۱۳/ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مسجد نبوی۔علی صاحبہ الف الف صلوۃ، وتحیۃ۔میں بیٹھے اس رسالے کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھ کر چند دعائیہ جملے تحریر کررہا ہوں ،اللہ اس رسالے کو امت میں خیر کے زندہ ہونے کا ذریعہ بنائے اور رشتوں میں اعتدال کے وجود کا سبب بنائے ،عرض گزار، مرتب اور جملہ معاونین کو اللہ قبول فرمائے اور اس رسالے کو ان سب کے لیے ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات بنائے۔آمین

(حضرت مولانا مفتی) محمد اسلم رشادی غفرلہ

وارد حال مدینہ منورہ

بوقت: ۱۱:۵۱ بجے قبل ظہر

۱۳/ربیع الاول ۱۴۳۸ھ-موافق ۱۲/دسمبر ۲۰۱۶ء

- نکاح کی فضیلت
- نکاح کی تعریف
- نکاح کا حکم
- شرائط نکاح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نکاح کی فضیلت

کہا جاتا ہے: انسان ''ایک سماجی حیوان'' ہے یعنی انسان اپنی بہت سی ضروریات کے لیے سماج کا محتاج ہے، انسان کو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ خاندان کے زیرِ سایہ زندگی گذارے۔

خاندان کی بنیاد نکاح ہے، نکاح ہی سے ایک جوڑا بنتا ہے، پھر وہ جوڑا ایک چھوٹا سا خاندان بنتا ہے، پھر وہ ایک قبیلہ بن جاتا ہے، نکاح ہی سے ددھیالی، نانیہالی اور سسرالی رشتے وجود میں آتے ہیں اور انسان کو خاندان کا ایک مضبوط حصار حاصل ہوتا ہے، جو دکھ سکھ میں اس کے کام آتا ہے جو بھلائی پر قائم رہنے اور برائی سے روکنے میں اس کی مدد کرتا ہے اور اس کے تحفظ میں معاون ہوتا ہے، نیز نکاح ہی سے نسل انسانی کی افزائش اور اس کی بقا بھی متعلق ہے۔

اسی لیے اسلام میں نکاح کو بڑی اہمیت حاصل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کو اپنی اور اپنے سے پہلے انبیاء کی سنت قرار دیا ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا ہے، اس لیے کہ نکاح سے انسان کو ذہنی اور قلبی سکون، عفت و پاک دامنی، باہمی الفت اور موانست حاصل ہوتی ہے، نیز بے راہ روی اور معاصی سے حفاظت رہتی ہے۔

نکاح کی تعریف

نکاح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں دیے گئے حکم کی تعمیل ہے، نیز بقائے

نسلِ انسانی اور حصولِ عفت وعصمت کا ذریعہ ہے، جس کی وجہ سے انسان حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے، اس لیے نکاح معاہدہ بھی ہے اور عبادت بھی۔

نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہوجاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہوجاتے ہیں۔ (مجموعہ قوانین اسلامی: ۳۸)

نکاح کا حکم

نکاح کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی اہلیت اور زنا میں مبتلا ہونے اور نہ ہونے کے اندیشوں کے اعتبار سے جو مختلف حالات پیدا ہوتے ہیں، ان کے اعتبار سے نکاح کے احکام بھی مختلف ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) اگر عورت کے نان ونفقہ اور دوسرے حقوق ادا کرنے پر مرد قادر ہے اور اسے یقین ہے کہ اگر وہ نکاح نہ کرے، تو بدکاری میں مبتلا ہوجائے گا، تو ایسی حالت میں نکاح کرنا فرض ہے۔

(ب) اگر عورت کے نان ونفقہ اور دوسرے حقوق ادا کرنے پر مرد قادر ہے اور اسے یقین تو نہیں ظنِ غالب ہے کہ اگر وہ نکاح نہ کرے، تو بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں نکاح کرنا واجب ہوگا۔

(ج) نکاح معتدل حالات میں سنتِ مؤکدہ ہے۔

تشریح

معتدل حالات سے مراد یہ ہے کہ مرد صحبت کرنے کی قدرت، نیز مہر ونفقہ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اگر وہ نکاح نہ کرے، تو اس کے زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، نیز نکاح کی صورت میں اس کا خطرہ نہ ہو کہ وہ بیوی پر ظلم وزیادتی کرے گا نہ اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ فرائض وسننِ مؤکدہ کے ترک کا مرتکب ہوگا۔

(د) اس شخص کے لیے جو مہر، نان ونفقہ اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت

نہیں رکھتا، یا اپنی مزاجی ساخت کی وجہ سے اس کو یقین ہو کہ وہ ہونے والی بیوی پر ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوگا، تو نکاح کرنا حرام ہے۔

(ہ) اگر کسی شخص کو ہونے والی بیوی پر ظلم کے ارتکاب کا یقین تو نہیں؛ مگر ظن غالب ہو، تو ایسی صورت میں نکاح کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

نوٹ: نکاح کے جو شرعی احکام مردوں کے ہیں، وہی عورتوں کے لیے بھی ہیں، فرق یہ کہ عورتوں کے لیے مہر اور نفقہ پر قدرت کی شرط نہیں ہے۔

(مجموعہ قوانین اسلامی: ۴۰ دفعہ ۵)

شرائطِ نکاح

نکاح کے منعقد ہونے کے لیے ایک مجلس میں دو مسلمان عاقل بالغ مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی موجودگی میں طرفین سے ایجاب وقبول کا پایا جانا ضروری ہے۔

مجلس ایک نہیں ہے، یا ایک مجلس میں ایجاب ہوا، دوسری مجلس میں قبول، تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

واہ مسلمان نہیں ہیں، یا گواہوں کی تعداد مکمل نہیں ہے، تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

جو شخص (مرد یا قاضی) الفاظ نکاح ادا کرے، اس کو ایجاب کہتے ہیں، جو ان الفاظ کو قبول کرے، اس کو قبول کہتے ہیں۔

جب قاضی صاحب نے مرد کو مخاطب بناتے ہوئے الفاظ نکاح ''میں نے فلانہ صاحبہ سے اتنے مہر کے عوض تمہارا نکاح کر دیا'' کہا، شوہر نے جواب میں کہا: مجھے نکاح منظور ہے، تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

لای ینعقد نکاح المسلمین الابحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین ، اورجل و امرأتین عدولا کانوا غیر عدول. (الھدایہ، کتاب النکاح ۲/ ۳۰۶)

من شرائط الایجاب و القبول: اتحاد المجلس.

(الدر المختار، مع رد المحتار، کتاب النکاح ۴/ ۷۶)

محرمات کا بیان

- نسبی محرمات
- رضاعی محرمات
- سسرالی محرمات
- عارضی محرمات

محرمات کا بیان

یعنی وہ مرد وخواتین جن سے نکاح حرام ہے

جن اسباب کی وجہ سے رشتۂ نکاح حرام ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حرمت مؤبدہ (یعنی دائمی حرمت، زندگی میں کبھی بھی اُن مرد وخواتین سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا)

(۲) حرمت مؤقتہ (یعنی کسی عارض کی بنا پر نکاح حرام ہے، اگر وہ عارض زائل ہو جائے، تو نکاح ہو سکتا ہے)

جن رشتہ داروں سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، ان کی تین قسمیں ہیں

(۱) نسبی رشتہ دار (۲) سسرالی رشتہ دار (۳) رضاعی رشتہ دار (دودھ کے رشتہ دار)

نسبی محرمات

(۱) اصول: یعنی ماں، نانی، دادی، باپ، دادا، نانا اور والدین کا آبائی اور مادری سلسلہ (اوپر تک)

(۲) فروع: یعنی بیٹیاں، نواسیاں، بیٹے، پوتے اور ان کا اولادی سلسلہ (پوتی، پوتے، نواسی، نواسے کی اولاد نیچے تک)

(۳) والدین کے فروع: بھائی، بہن اور ان کا اولادی سلسلہ (بھتیجے، بھتیجیاں، بھانجے بھانجیاں نیچے تک)

(۴) دادا، دادی، نانا اور نانی کے صرف فروع یعنی چچا، پھوپی، ماموں، خالہ حرام ہیں، ان کے اولادی سلسلے سے نکاح درست ہے۔ (ملخص از: قاموس الفقہ ۵/ ۲۲۹)

رضاعی محرمات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ.

(رواہ البخاری عن ابن عباس ؓ، کتاب الشھادات، باب الشھادۃ علی الانساب: ۲۶۴۵)

جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں، وہ رشتے رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا رضاعی والدین، رضاعی بھائی بہن، رضاعی ماموں اور خالہ، رضاعی چچا پھوپی وغیرہ سے نکاح حرام ہے، رضاعی خالہ زاد بھائی بہن، رضاعی ماموں زاد بھائی بہن، رضاعی چچا زاد اور پھوپی زاد بھائی بہن وغیرہ سے نکاح جائز ہے۔

(مستفاد: قاموس الفقہ ۳/۴۸۶)

سسرالی محرمات

(۱) بیوی کے فروع: یعنی بیوی کی بیٹیاں، پوتیاں، نواسیاں جو دوسرے شوہر سے ہوں بشرط یہ کہ بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔

عورت کے لیے شوہر کی اولاد، پوتوں اور نواسوں سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

(۲) بیوی کی ماں، نانی، دادی اور ان کا مادری سلسلہ، اگرچہ شوہر نے صرف بیوی نکاح کیا ہو، صحبت نہ کی ہو، تو بھی وہ عورتیں اس مرد کے لیے حلال نہیں ہوں گی۔

عورت کے لیے شوہر کا باپ، دادا، نانا اور ان کا پدری سلسلہ حرام ہے۔

(۳) اپنے اصول وفروع کی بیویاں: یعنی باپ، دادا اور نانا کی بیویاں، بیٹے، پوتے اور نواسوں کی بیویاں۔

عارضی محرمات

جن مرد وخواتین سے عارضی طور پر نکاح حرام ہے، ان کی تفصیلات درجِ ذیل ہیں:

(۱) دو ایسی عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، جن میں سے ایک

کو مرد سمجھا جائے، تو ان دونوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا، جیسے: دو بہنیں، ان میں سے ایک کو بھائی سمجھا جائے، تو ان کے درمیان بھائی بہن کا رشتہ ہوگا اور ان کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا، خالہ بھانجی، پھوپی بھتیجی وغیرہ۔

(۲) جو عورت کسی مرد کے نکاح میں ہو، اُس عورت کا کسی دوسرے مرد سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا؛ جب تک کہ اس کے شوہر کی طرف سے طلاق، خلع یا قاضی کے ذریعے فسخ نکاح، یا شوہر کی وفات نہ ہوجائے، شوہر سے جدائی کی جو بھی صورت پیش آئے، نئے نکاح کے لیے عدت کا گذرنا بھی ضروری ہے، درمیانی عدت میں نکاح درست نہیں ہے۔

(۳) ایک شخص کے نکاح میں چار بیویاں فی الحال موجود ہوں، یا ان میں سے کوئی بھی عدت گذار رہی ہو، تو اُس شخص کے لیے فی الحال مزید نکاح حلال نہیں ہوں گے۔ (ملخص: از قاموس الفقہ ۵/۲۳۱)

(۴) اپنی سابق زوجہ جس کو تین طلاقیں دے دی ہوں جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے اور دوسرا شوہر اس سے صحبت نہ کرلے، پھر وہ مرد مرجائے، یا ان کے درمیان جدائی نہ ہوجائے۔ (البقرۃ: ۲۳۰)

بے ایمان مرد وخواتین سے نکاح

کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی بے ایمان مرد سے نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کسی مسلمان مرد کا نکاح بے ایمان عورت سے ہوسکتا ہے؛ البتہ مسلمان مرد کا نکاح مذہبی یہودی یا عیسائی (برائے نام یہودی وعیسائی نہ ہو) عورت سے ہوسکتا ہے؛ لیکن دین اور معاشرت کے لحاظ سے بہتر وپسندیدہ نہیں ہے۔ (مستفاد: از قاموس الفقہ ۵/۲۳۱)

❀--❀--❀

نکاح کے مقاصد

- عفت و پاک دامنی
- مودت و رحمت
- نسلِ انسانی کی بقاء

نکاح کے مقاصد

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر نکاح کے مختلف مقاصد بیان فرمائے ہیں:

۱-عفت و پاک دامنی

اسلام میں نکاح کا سب سے اہم مقصد عفت و پاک دامنی کا حصول ہے، اسلام مرد و عورت کو مکلف بناتا ہے کہ وہ اپنے تعلق کو شرعی ضابطے کا پابند بنائیں جو انسان کو فحش، بدکاری اور معاشرے کو فساد و بے حیائی سے محفوظ رکھنے والا ہو؛ کیوں کہ عورت اور مرد کا آزادانہ اختلاط انسانی اخلاق ہی نہیں؛ بلکہ تہذیبِ انسانی کے لیے بھی باعثِ فساد اور سمِ قاتل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ ،فَقَدْ كَمُلَ نِصْفُ الدِّينِ، فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي.

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان،تحریم الفروج وما یجب من التعفف عنھا:۵۱۰۰)

جس بندے نے نکاح کرلیا،اس نے اپنا آدھا دین مکمل کرلیا،اب اسے چاہئے کہ باقی آدھے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

یعنی انسان کے جسم میں دو چیزیں ایسی ہیں جو عام طور پر دین میں نقصان اور فساد کا سبب بنتی ہیں: (۱) شرم گاہ (۲) پیٹ۔

جس شخص نے نکاح کر کے بدنظری، غلط خیالات وشیطانی وساوس اور شرم گاہ

سے متعلق دیگر گناہوں اور فتنوں سے حفاظت کا انتظام کیا ہے، اب اسے چاہئے کہ زندگی میں سرزد ہونے والے دیگر گناہوں اور فتنوں سے بچنے کی فکر، کوشش اور اہتمام کرے، بطور خاص پیٹ کے فتنوں اور اس سے متعلقہ گناہوں سے بچنے کے لیے کوشش کرتا رہے اور باری تعالیٰ سے ڈرتا رہے، حلال کمائی اور حلال رزق کے ذریعے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ بھرے؛ تاکہ دین کی پوری بھلائی اسے حاصل ہو جائے۔ (مستفاد از مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح: ۳۰۹۶)

۲-مودت ورحمت

انسان فطری طور پر تنہائی کے بجائے اجتماعیت پسند ہے اور تنہائی سے بچنے کے لیے مختلف راستے اختیار کرتا ہے، اس لیے کہ زیادہ دنوں تک تنہائی کی زندگی گذارنے کا نتیجہ مختلف نفسیاتی اور ذہنی بیماریوں کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانی فطرتوں کا خالق ہے، وہ انسانی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہے، اس لیے اُس نے اِس بات کی اجازت دی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو پرسکون بنانے کے لیے کسی اچھے ساتھی کا انتخاب کرے جو اس کے نشیب وفراز، خوشی وغم اور صحت وبیماری میں اس کا ساتھ دے، ایسا ساتھی وہی ہوسکتا ہے جس کے ساتھ جینے اور مرنے کا معاہدہ ہوا اور یہی نکاح کی اصل روح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْہَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً ؕ. (الروم: ۲۱)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے؛ تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرسکو، نیز اُس نے تمہارے آپس میں محبت اور ہم دردی پیدا کی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا. (الاعراف:۱۸۹)

وہی ہے اللہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اُس جان سے اس کے لیے جوڑا بنایا؛ تاکہ وہ اُس سے سکون حاصل کر سکے۔

زوجین کی باہمی تعلقات کی نوعیت کو قرآن کریم نے نہایت بلیغ اور خوب صورت تعبیر میں بیان کیا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ. (البقرة:۱۸۷)

بیویاں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔

اس آیت میں زوجین کو ایک دوسرے کا لباس فرمایا گیا ہے، لباس اُس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے جسم سے متصل رہتا ہے اور انسانی جسم کے راز اور عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے، انسانی جسم کو باہر کی آلودگی اور مضر اثرات سے بچاتا ہے اور انسانی جسم کے لیے زینت کا باعث ہے، گویا یہی کردار زوجین کا ایک دوسرے کے ساتھ ہونا چاہئے کہ ایک دوسرے کے لیے ضرورت، حفاظت اور زینت کا سبب بنیں۔

۳-نسل انسانی کی بقاء

نکاح کا مقصد صرف نفسانی خواہشات کی تکمیل نہیں ہے؛ بلکہ نسلِ انسانی کا بقاء و تحفظ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ. (البقرة:۱۸۷)

ہم بستری و صحبت کے ذریعے اُس چیز کو تلاش کرو جس کو اللہ نے تمہارے لیے مقدر فرمایا ہے۔

❁--❁--❁

وقت پر نکاح کرنے میں دین کی حفاظت

- نکاح میں تاخیر کے اسباب
- جہیز کی تیاری
- مروجہ جہیز کی خرابیاں
- فضول خرچی
- تعلیم کے لیے نکاح میں تاخیر

وقت پر نکاح کرنے میں دین کی حفاظت

معاشرے کو فواحش ومنکرات سے بچانے اور پاکیزہ بنانے کے لیے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایک شخص بالغ ہونے کے بعد اپنے حالات کا جائزہ لے کر اس بات کی کوشش کرے کہ جلد از جلد رشتۂ نکاح سے اپنے آپ کو وابستہ کر لے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ الخ.

(بخاری کتاب النکاح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من استطاع:۵۰۶۶)

اے نوجوانوں!

تم میں سے جو شخص (مالی) استطاعت رکھتا ہو، اس کو نکاح کر لینا چاہئے؛ کیوں کہ نکاح نگاہ کو پست کرنے والا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین پر اولاد کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَأَدَبَهُ، فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا، فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ.

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، باب حقوق الاولاد:۸۲۹۹)

جس شخص کی اولاد پیدا ہو، اُس کو چاہئے کہ اچھا نام رکھے، اس کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرے، جب بالغ ہو جائے، تو اس کی شادی کر دے، اگر بالغ ہو گیا، اس کی شادی نہیں کی اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گیا، تو اس کا گناہ اس کے والدین پر ہوگا۔

اگر شریعت کی ہدایت کے مطابق وقت پر نکاح کر دیا جائے، تو معاشرے میں پھیلی ہوئی برائی، بے راہ روی اور اخلاقی قدروں کی پامالی ختم ہو سکتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں بسا اوقات شادی کو اچھی نوکری اور اچھی آمدنی کے انتظار میں مؤخر کر دیا جاتا ہے؛ حالاں کہ اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو کھانا، کپڑا اور رہائش کے لیے کمرہ دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، تو اس کو نکاح کر لینا چاہیے۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ مزید مالی وسعت بھی عطا فرمائیں گے۔

لڑکیوں کے رشتے میں بھی لڑکے کی مال داری اور بہتر نوکری والے لڑکے اور خوش حال گھرانے کے انتظار میں نکاح میں تاخیر عام بات ہو گئی ہے؛ حالاں کہ اسلام دین داری اور بیوی کے اخراجات کی تکمیل کی قدرت پر نکاح کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

❁--❁--❁

نکاح میں تاخیر کے اسباب

ا-جہیز کی تیاری

جہیز اُن تحائف اور ضروریاتِ زندگی کے سامان کا نام ہے جس کو والدین اپنی لڑکی کی رخصتی کے وقت لڑکی کے لیے دیا کرتے ہیں، اپنی وسعت کے موافق ضروری سامان، نمائش ومطالبہ کے بغیر دینا شرعاً جائز ہے۔

اگر والدین بخوشی اپنی لڑکی کو شادی کے موقع پر کچھ ضروری سامان دیں، یہ ممنوع نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت فاطمہؓ کو عقدِ نکاح کے وقت دو چکیاں، پانی کے مشکیزے اور چمڑے کا گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی دینا، (مسند احمد، مسند علی: ۸۱۹) اسی قبیل سے تھا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیگر صاحبزادیوں کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہ کچھ دینے کا انتظام فرمایا تھا۔

چناں چہ بدر کے موقع پر حضرت زینبؓ کے شوہر گرفتار ہوئے، جو اس وقت اسلام نہیں لائے تھے، حضرت زینبؓ نے ان کی رہائی کے لیے وہ ہار بھیجا جو نکاح کے موقع پر حضرت خدیجہؓ نے ان کو عطا کیا تھا۔ (ملخص از ابوداؤد، باب فداء الاسیر بمال: ۲۶۹۲)

اس حدیث سے نکاح میں والدین کی طرف سے بیٹی کے لیے سامان دینے کی تائید ثابت ہوتی ہے۔ (مستفاد: از کتاب النوازل ۸/۵۳۵)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

جہیز جو درحقیقت اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے، فی نفسہ امر مباح؛ بلکہ مستحسن ہے، اگر خدا کسی کو دے، تو بیٹی کو خوب جہیز دینا برا نہیں؛ مگر طریقے سے ہونا چاہئے جو لڑکی کے کچھ کام بھی آئے۔

جہیز میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے:

(۱) اول اختصار یعنی گنجائش سے زیادہ کوشش نہ کرے۔

(۲) دوم ضرورت کا لحاظ کرے، یعنی جن چیزوں کی سردست ضرورت واقع ہو، وہ دینا چاہئے۔

(۳) اعلان نہ ہو؛ کیوں کہ یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے، دوسروں کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے تینوں امر ثابت ہیں۔

(اسلامی شادی: ۱۱۹ بحوالہ اصلاح الرسوم)

مروجہ جہیز کی خرابیاں

موجودہ زمانے میں جس طریقے سے جہیز کا رواج چلا ہے، وہ شرعاً ناجائز اور اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے کہ اس معاشرتی بگاڑ نے غریب والدین کے لیے بچیوں کا نکاح وبالِ جان بنا دیا ہے۔

☆ لڑکے والوں کی طرف سے بے شرمی کے ساتھ نقد رقم، سواریاں اور قیمتی اشیاء کی مانگ، شریف سمجھے جانے والوں کا اشاروں میں یا دوسروں کے توسط سے مذکورہ چیزوں کا مطالبہ کرنا اور دینے پر مجبور کرنا، فقہاء نے اس کو رشوت قرار دے کر حرام کہا ہے۔

☆ جہیز زیادہ مقدار میں نہ دینے پر سسرال میں لڑکی کو حقارت کی نظر سے دیکھنے اور طعنہ دینے کے خوف سے اپنی وسعت وطاقت سے زیادہ دینے کی کوشش میں سودی قرضوں میں مبتلا ہونا؛ حالاں کہ یہ بھی حرام ہے۔

☆ جہیز نہ دینے کی بنا پر طعنہ زنی، مار پیٹ بسا اوقات قتل کی نوبت تک معاملہ کا پہنچنا۔

☆ صلہ رحمی کے بجائے ریاء ونا موری، شہرت وتفاخر اور رسم کی پابندی کا مقصود ہو جانا۔

☆ جہیز میسر نہ ہونے کی وجہ سے غریب لڑکیوں کو لمبی عمر تک بلا نکاح بٹھائے

رکھنا جو کہ لڑکیوں پر سراسر ظلم ہے۔

☆ غریب والدین کا اپنی لڑکیوں کے لیے سامانِ جہیز میسر نہ ہونے کی وجہ سے ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہونا اور دردر کی ٹھوکریں کھا کر سامانِ جہیز جمع کرنے پر مجبور ہونا۔

(مستفاد از: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۲۴۷)

لہٰذا ان مفاسد پر جو جہیز مشتمل ہوگا، وہ ناجائز ہے۔

۲-فضول خرچی

جن چیزوں میں قوم کا بے پناہ سرمایہ صرف ہو رہا ہے، ان میں ایک خاص چیز شادی ہے، منگنی سے لے کر ولیمے تک رسومات، آپس میں تحائف کا لین دین، عمدہ فنکشن ہال اور ان کی تزئین پر جس قدر خطیر رقم خرچ کی جارہی ہے، وہ کسی عقل مند انسان سے مخفی نہیں ہے، اگر ان رقومات کو اس بے جا اسراف سے بچا کر دینی امور، معاشرے کی فلاح وبہبود اور اپنے خاندان کے کمزور افراد کو خود کفیل بنانے میں صرف کی جائے، تو کتنا ہی اچھا ہوتا!

غریب طبقہ؛ بلکہ مال دار طبقہ بھی ان بے سود اور ناجائز خواہشات پوری کرنے کے لیے سودی قرضے میں مبتلا ہو جاتا ہے؛ حالاں کہ اسلام نکاح کو سادگی سے انجام دینے اور اس میں حتی الامکان کم سے کم مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَعْظَمُ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُنَّ مَئُونَةً.

(رواه النسائي في السنن الكبرى عن عائشة، كتاب عشرة النساء، بركة المرأة: ۹۲۲۹)

سب زیادہ سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ کیا جائے۔

نکاح میں دو خرچ ہیں (۱) مہر کا خرچ (۲) ولیمے کا خرچ

مہر کا خرچ جو دولہا دلہن کو نکاح کے موقع پر پیش کرتا ہے، ولیمہ بقدر استطاعت، وہ بھی دولہا کے ذمے ہے، لڑکی اور لڑکی کے ذمہ داروں پر کسی بھی قسم کا مالی خرچ نہیں

ہے؛لیکن ہمارے معاشرے میں لڑکی کا نکاح مالی اخراجات کے بوجھ سے سببِ زحمت بن چکا ہے؛ حالاں کہ لڑکی سببِ رحمت ہے۔

۳-تعلیم کے لیے نکاح میں تاخیر

لڑکے لیے نکاح کی مناسب عمر پچیس سال اور لڑکی کے لیے اٹھارہ سال ہے، بعض لوگ نکاح کی مناسب عمر مکمل ہوجانے کے بعد بھی نکاح میں تاخیر کرتے ہیں؛ تاکہ مخصوص ڈگریاں حاصل ہوجائیں کہ اچھی نوکری ملے گی ، کچھ رقم محفوظ ہو جائے؛ تاکہ شادی کی فضول تقریبات کے لیے کام آئے ، یا بہتر نوکری مل جائے ؛ تاکہ کسی مال دار لڑکی سے رشتہ ہوجائے وغیرہ۔

لڑکی والے بھی تعلیم کا بہانہ بنا کر مناسب عمر پوری ہوجانے کے بعد بھی نکاح میں تاخیر کرتے ہیں، ڈگری مل جائے، تو اچھے رشتے مل سکتے ہیں ، ورنہ تعلیم یافتہ لڑکوں کے رشتے نہیں آتے ، اگر اعلی تعلیم کا مقصد حصولِ معاش ہو،تو یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے کسی بھی مرحلے میں عورت پر مالی ذمہ داریاں نہیں رکھی ہیں،عورت کا نفقہ باپ، بھائی،شوہر اور بیٹے پر رکھا ہے،عورت کو گھر سے باہر نکل کر روزی حاصل کرنے کا مکلف نہیں بنایا ہے۔

اگر اعلی تعلیم سے مقصود مال دار لڑکوں کی تلاش ہے،تو یہ بھی شریعت کی رہنمائی کے خلاف ہے کہ شریعت نے دین اور حسنِ اخلاق کو رشتوں کے انتخاب کے لیے معیار بتایا ہے، محض حصولِ معاش اور مال داروں سے رشتہ کو بنیاد بنا کر اعلی تعلیم جاری رکھنے کے لیے مخلوط تعلیمی نظام، بے پردگی ، نیم عریانیت اور گھر سے کالج کی طرف آمد ورفت لڑکیوں کی عفت،عزت وآبرو کے لیے سمِ قاتل ہے۔

البتہ زندگی کے بعض مخصوص شعبے ہیں جن میں عورتوں کی خدمات ہی ضروری ہیں، اس طرح کی اعلی تعلیم نکاح کے بعد بھی جاری رکھی جاسکتی ہے،نکاح کے بعد تعلیم جاری رکھنا عورت کی عزت وآبرو کی حفاظت وعصمت کے لیے زیادہ بہتر اور محفوظ راستہ ہے۔

لباسِ زندگی کا انتخاب

- لباسِ زندگی کا انتخاب
- اور سرپرستوں کی رضامندی
- رشتہء نکاح میں لڑکے کی رائے کا بھی لحاظ
- رشتہء نکاح میں لڑکی کی رضامندی
- مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت
- لڑکی کا پیام دینے والے کو دیکھنا
- مخطوبہ کو دیکھنے کے اصول واحکام

لباسِ زندگی کا انتخاب

انسانی معاشرے کی داغ بیل ایک مرد اور ایک عورت سے پڑتی ہے، بچہ پیدا ہونے سے پہلے اپنی ماں کی کوکھ میں نشو ونما پاتا ہے، پھر آغوشِ مادر میں آجانے کے بعد اس کی سب سے پہلی درس گاہ ماں کی گود ہوتی ہے، جہاں سے اُس کی تربیت کا آغاز ہوتا ہے، اس کے قلب ودماغ پر پہلی چھاپ ماں کی پڑتی ہے، اسی اثر کو لے کر وہ زندگی کی آگے کی منزلیں طے کرتا ہے اور معاشرے کا ایک فرد بن جاتا ہے۔

اس لیے صالح اور پاک صاف معاشرے کی تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ انسان نکاح کے لیے مال ودولت کو بنیاد بنانے کے بجائے صالحیت اور دین داری کو معیار بنائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ.

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃؓ کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین: ۵۰۹۰)

عورتوں سے چار باتوں کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال، حسب ونسب، خوب صورتی اور اس کی دین داری کی وجہ سے، تم دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا:

الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ.

(مسلم کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ: ۱۴۶۷)

دنیا سامان ہے، کائنات کا بہترین سامان جس سے فائدہ حاصل کیا جائے وہ نیک عورت ہے۔

ان احادیث سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام میں حسن و جمال، حسب ونسب اور مال ودولت کے بجائے نیکی، دین داری اور حسنِ اخلاق مقصود ہے۔

لڑکوں کے انتخاب سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ، وَفَسَادٌ عَرِيضٌ.

(رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃؓ کتاب النکاح، باب اذا جاء احدکم من ترضون دینہ: ۱۰۸۴)

جب تمہیں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے (اپنی لڑکی، بہن وغیرہ سے متعلق) جس کی دین داراور اخلاق تمہارے لیے قابلِ اطمینان ہوں، تو نکاح کردو، ورنہ زمین میں فتنہ وفساد پھیلے گا۔

میاں بیوی ایک دوسرے کے ہمہ وقتی رفیق ہیں، خوشی ہو، یا غم، مسرت کے شادیانے بجیں، یا رنج والم کے تازیانے برسیں، ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں، اسی لیے قرآن مجید نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ. (البقرة:۱۸۷)

یہ ایک ایسی اچھوتی البیلی اور خوب صورت ومعنی خیز تعبیر ہے کہ ازدواجی زندگی کے تعلق کو اس سے بہتر تعبیر میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

دین دار اور شریف میاں بیوی کی مثال موزوں اور موسم کے نشیب وفراز میں کام آنے والے لباس کی سی ہے؛ کیوں کہ تمام نیکیوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور تمام برائیوں کی اساس خدا سے بے خوفی ہے۔

جس شخص کے دل میں دین راسخ نہ ہو اور جس کا سینہ خدا کے خوف سے لبریز نہ ہو، اس کا معاملہ اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ بھی بہتر نہیں ہوسکتا، اسی لیے ایک دین دار شوہر اور دین دار بیوی ایک دوسرے کے ساتھ جس طرح حسنِ سلوک کا معاملہ کرسکتے ہیں، بے دین شخص سے اس کی امید نہیں کی جاسکتی۔

اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی بنیاد پر رشتے کے انتخاب کو ظفرمندی

اور کامیابی کا ضامن قرار دیا ہے، کامیابی کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی ،پس دنیا میں بھی کامیاب ازدواجی زندگی کا مدار دین دار اور با اخلاق رفیقِ حیات کے انتخاب پر ہے، میاں بیوی کی صالحیت اولاد پر اثر انداز ہوتی ہے اور ان کے خاندان میں بھی علم اور دین داری کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔

سیرت وتاریخ کی کتابوں میں حضرت عمر بن خطابؓ کا انتخابِ بہو اور سعید بن المسیبؒ کا انتخابِ داماد والے واقعات بالتفصیل مذکور ہیں ،اگر گھر میں دین دار بہو آئے گی ،اسلامی اخلاق کا حامل داماد آئے گا،تو گھر میں دین کا چلن پیدا ہوگا،محبتوں کی فضاء قائم ہوگی ،نماز روزہ کا ماحول بنے گا ، گانوں کی آواز کے بجائے تلاوت قرآن کی آواز گونجے گی۔(ان شاء اللہ) پورا گھر جنت نشاں بن جائے گا۔

ورنہ ممکن ہے کہ ظاہری اسبابِ آرائش گھر میں آجائیں؛لیکن دین رخصت ہو جائے ،زندگی ایثار ومحبت کے بجائے باہمی کدورت اور خودغرضی پر مبنی ہوجائے اور بوڑھے ماں باپ ایک بوجھ بن جائیں،اس کی مثالیں آج معاشرے وسماج میں تلاش کئے بغیر ملتی ہیں۔(شمع فروزاں:۲۰۵)

لباسِ زندگی کا انتخاب اور سرپرستوں کی رضامندی

نکاح ایک ایسا قابلِ احترام ومقدس رشتہ ہے جس کی وسعت کا دائرہ صرف میاں بیوی تک محدود نہیں رہتا؛ بلکہ اس کا تعلق میاں بیوی کے دونوں خاندانوں سے متعلق ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بالغہ لڑکی خود اپنا نکاح کرلے،تو شریعت اولیاء کو فسخ کرانے کی اجازت دیتی ہے؛ کیوں کہ ہر قسم کا رشتہ افرادِ خاندان کو پسند نہیں ہوتا، بعض رشتوں سے خاندان کو عار وشرم لاحق ہوتی ہے،اس لیے لڑکے کا رشتہ ہو، یا لڑکی کا افرادِ خاندان اور بزگوں کی رضامندی سے کرنا چاہئے۔

اگر یہ لوگ ناراض ہوں،تو خاندان کی طرف سے میاں بیوی کو کسی بھی قسم کا

تعاون، ہم دردی اور محبتیں حاصل نہیں ہوں گی، اس کا خمیازہ خود میاں بیوی ہی کو بھگتنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا. (الفرقان:۵۴)

اللہ نے انسان کو پانی سے پیدا کیا ہے اور اس کے لیے نسبی وسسرالی رشتے بنائے۔

رشتۂ نکاح میں لڑکے کی رائے کا بھی لحاظ

رشتۂ نکاح میں جس طرح لڑکے کو اپنے بزرگوں کا احترام اور ان کے تجربات سے استفادہ اور ان کے انتخاب پر راضی رہنا چاہئے، اسی طرح والدین اور خاندانی بزرگوں کو چاہئے کہ وہ رشتہ کے سلسلے میں لڑکے کی رائے اور جذبات کا لحاظ کریں۔

چوں کہ موجودہ دور میں اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے اور ملازمت کی جگہوں میں مخلوط معاشرہ ہوتا ہے، اس ماحول میں لڑکوں کے اجنبی لڑکیوں سے تعلقات ہوجاتے ہیں اور وہ ان ہی سے نکاح کا ارادہ کر لیتے ہیں، بسا اوقات والدین لڑکے کے اِن جذبات کا لحاظ کئے بغیر اس کو مجبور کر کے اپنی پسند اور اس کی ناپسند کی جگہ نکاح کر دیتے ہیں، لڑکا بادل ناخواستہ نکاح کر لیتا ہے۔

چوں کہ اس کی مرضی کا نکاح نہیں ہوا ہے، اِس وجہ سے وہ بیوی سے محبت نہیں کرتا، اس کے حقوق کو ادا نہیں کرتا، اس کی طرف بالکل توجہ بھی نہیں کرتا، کبھی والدین سے الجھتا ہے اور کبھی بیوی سے، بیوی کو طعنہ دیتا ہے، لوگوں کے سامنے اُس کی برائیاں اور والدین کی شکایت کرتے پھرتا ہے، اس کے ساتھ زندگی گذارنے کو اپنے والدین کی خواہش اور ان کی پسند کا حوالہ دے کر احسان جتلاتا ہے، بیوی ایک مظلومہ بن کر ساس وسسر کے رحم وکرم پر زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی ہے، وہ خلع کا مطالبہ کرے گی، یا شوہر اس کو اپنے نکاح سے جدا کر دے گا، یہ تمام پریشانیاں شوہر بننے والے اور لڑکی کے ساتھ زندگی گذارنے والے لڑکے کی رائے اور خوشی کا لحاظ نہ کرنے

سے پیدا ہوتی ہیں۔

نکاح اور لڑکی کی رضامندی

لڑکیاں مردوں کے احوال وکوائف سے ناواقف اور اور امورِ نکاح سے ناتجربہ کار ہوتی ہیں، اس لیے اسلام اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ نکاح جیسے اہم معاملے کو خود سے طے نہ کریں؛ بلکہ ان کا کوئی ولی وسرپرست اس کو انجام دے؛ البتہ اولیاء وسرپرستان کے لیے ضروری ہے کہ جس لڑکے کو منتخب کریں، اُس کا نام اور اس کی شخصیت اس طرح بیان کریں کہ وہ لڑکے کو اچھی طرح پہچان لے، اس کے بعد لڑکی کو اختیار ہے کہ وہ رشتہ کو قبول کرے یا رد کردے۔

اگر لڑکی کی رضامندی معلوم کئے بغیر نکاح کردیا گیا، تو تفصیلات معلوم ہونے کے بعد نکاح کو باقی رکھنے اور ختم کرنے کا لڑکی کو اختیار حاصل ہوگا۔

اگر لڑکی کی رضامندی وخوشی کے بغیر نکاح کردیا جائے، تو وہ نکاح پائدار نہیں رہ سکتا ہے، نیز لڑکی پر زیادتی اور اور اس کے جائز حق کی حق تلفی ہوگی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

ایک نوجوان لڑکی میرے پاس آئی اور اس نے کہا: میرے ابا نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کردیا ہے؛ تاکہ اس کی کم حیثیتی کو دور کردے؛ حالاں کہ مجھے یہ رشتہ منظور نہیں تھا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: انتظار کرو، آپ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔

جب آپ علیہ السلام تشریف لائے، تو اس لڑکی نے سارا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیان کیا، آپ علیہ السلام نے اس کے والد کو بلا بھیجا اور لڑکی کو اختیار دیا: تم چاہو، تو نکاح کو فسخ کرسکتی ہو، چاہو، تو والد کے کئے ہوئے نکاح کو باقی رکھ سکتی ہو۔

لڑکی نے عرض کیا:

میں اپنے والد کے کئے ہوئے نکاح کو باقی رکھوں گی؛ لیکن میں نے چاہا کہ عورتوں کو بتادوں کہ ہمارا حق کیا ہے؟ ہمارے متعلق ہمارے آباء کو کس قدر اختیار

حاصل ہے؟ (جو رشتہ ہمیں منظور نہیں، اس کے متعلق زبردستی نہیں کر سکتے)

(السنن الکبری للنسائی، باب البکر یزوجھا ابوھا وھی کارھۃ: ۵۳۶۹، ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب من زوجہ ابنتہ وہی کارھۃ: ۱۸۷۴)

حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں:

ایک عورت (جس کے شوہر کی شہادت ہو چکی تھی) وہ اپنے دیور سے نکاح کرنا چاہتی تھی، اس عورت کے والد نے ایک اچھے اور بھلے آدمی سے اس کا نکاح کر دیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے بچوں کے چچا سے نکاح کرنا چاہتی تھی؛ تاکہ میں اپنے بچوں کے ساتھ رہوں؛ لیکن میرے والد نے دوسری جگہ میرا نکاح کر دیا ہے۔

آپ علیہ السلام نے اس کے والد کو بلایا اور دریافت فرمایا: کیا تم نے اپنی بچی کی مرضی کے بغیر نکاح کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی یا رسول اللہ! آپ علیہ السلام نے (نکاح فسخ فرما دیا) اور اس عورت سے فرمایا: جاؤ جہاں چاہو، وہاں نکاح کرلو۔

(مصنف عبدالرزاق، باب ما یکرہ من النکاح فلا یجوز: ۱۰۳۰۳)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بالغہ لڑکی ان بیاہی ہو، یا بیاہی ہو والدین اُس کی مرضی کے بغیر اس کی ناپسند کی جگہ نکاح نہیں کر سکتے۔

لہٰذا موجودہ زمانے میں بے پردگی، مخلوط تعلیم اور اخلاقی بگاڑ کی بنا پر بہت ساری لڑکیوں کی اپنی پسند ہوتی ہے، اگر ان کی پسند کی جگہ مناسب وموزوں ہو، تو اُسی جگہ ان کا نکاح کر دینا بہتر ہے؛ تاکہ نکاح پائدار رہ سکے، اگر مناسب نہ ہو، تو ان کو سمجھایا جائے، نقصانات بتائے جائیں اور ذہن سازی کی جائے؛ مگر زبردستی نکاح کر دینا مناسب نہیں ہے، زبردستی نکاح کر دینے کی صورت میں نکاح کے بعد لڑکیوں سے بہت سارے بداخلاقی کے واقعات ہمارے معاشرے میں پیش آتے رہتے ہیں۔

مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت

انسان جب کسی چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ

پہلے اس کو دیکھ لے؛ کیوں کہ دیکھنے کے بعد سوچنے اور سمجھنے کا موقع ملتا ہے، اسلام نے انسان کی اس فطرت کا صرف لحاظ ہی نہیں؛ بلکہ حکم دیا ہے کہ اگر تم کسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتے ہو، تو پہلے اس لڑکی کے اخلاق وکمالات اور اس کی خاندانی شرافت سے متعلق تحقیق کرلو۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ.

(ابوداؤد، کتاب النکاح، باب الرجل ینظر الی المرأۃ: ۲۰۸۲)

جب تم کسی عورت کو پیغامِ نکاح دو اور تم اس چیز کو دیکھ سکتے ہو جو تمہارے لیے اس سے نکاح کا باعث بن سکے، تو دیکھ لو۔

لڑکا خود اپنی آنکھوں سے دیکھے، یا کسی معتمد عورت کے ذریعے معلوم کرلے کہ اس سے بڑی حد تک اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔

لڑکی کا پیام دینے والے کو دیکھنا

جس طرح مرد کے لیے مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت ہے، اسی طرح عورت کے لیے بھی پیام دہندہ مرد کو دیکھنے کی گنجائش ہے۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے:

نکاح کرنے والوں کو آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ لینا چاہئے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

عورت کو بہ درجہء اولیٰ (پیغام دینے والے مرد) کو دیکھ لینا چاہئے، اس لیے کہ مرد کے لیے گنجائش ہے کہ بیوی پسند نہ آئے، تو اس کو طلاق دے کر علاحدگی حاصل کرلے؛ مگر عورت کے لیے اس کی گنجائش نہیں۔

بل هي اولى منه في ذالك لانه لايمكنه مفارقة من لايرضاها

بخلافه. (ردالمحتار ۵/ ۲۳۷)

تاہم ظاہر ہے کہ نکاح سے پہلے مرد کا عورت کو، یا عورت کا مرد کو دیکھنا محض نکاح کی نیت سے ہونا چاہئے، تکمیلِ ہوس مقصود نہیں ہونا چاہئے۔

مخطوبہ کو دیکھنے کے اصول و احکام

(۱) نکاح کا ارادہ ہوجانے کے بعد اور پیامِ نکاح سے پہلے ہی دیکھ لے، پیام دینے کے بعد رشتہ چھوڑنے میں لڑکی کی ایذا رسانی ہے۔

(۲) اگر لڑکی پسند نہ آئے، تو سکوت اختیار کرے، دوسروں کے سامنے اس کا اظہار نہ کرے؛ کیوں کہ اس میں عیب بھی ہے اور ایذائے مسلم بھی۔

(۳) نکاح کا پختہ ارادہ نہ ہو، محض سرسری خیال کے تحت لڑکی کو دیکھنا مناسب نہیں۔ (لہٰذا جس لڑکی سے پیام کے قبول ہونے کی امید نہ ہو، اس لڑکی کو دیکھنا ہرگز مناسب نہیں ہے)

(۴) بہتر ہے کہ مخطوبہ کو اس طرح دیکھے کہ اس کو پتہ نہ چلے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا اور اس کو چھپ کر دیکھا۔

(ابوداؤد، کتاب النکاح، باب الرجل ینظر الی المرأة: ۲۰۸۲)

یہ طریقہ اس لیے بہتر ہے کہ اگر رشتہ منظور نہ ہو، تو لڑکی کی دل شکنی نہیں ہوگی، اگر علم و اطلاع کے ساتھ دیکھنے کے بعد رشتہ نامنظور ہوجائے، تو تکلیف کا باعث ہوگا اور نفسیاتی اثر مرتب ہوسکتا ہے۔

(۵) مخطوبہ کو صرف دیکھنا جائز ہے، چھونا جائز نہیں کہ وہ اجنبی عورت ہے۔

(۶) ایک بار دیکھنا کافی ہوجائے، تو دوسری نظر ڈالنا جائز نہیں ہے۔

(۷) مخطوبہ کا صرف چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھ سکتا ہے۔

(ملخص از قاموس الفقہ ۳/ ۳۵۴ تا ۳۵۶)

بعض خاندانوں میں مخطوبہ کو دکھانا عیب سمجھا جاتا ہے، بعض لوگ مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر ساری بارات کے لیے مخطوبہ کو دکھانے کا انتظام کرتے ہیں، یہ دونوں باتیں کتاب وسنت کی تعلیمات کے سراسر خلاف اور شریعت کے مزاج و مذاق کے مغائر، نیز سلف صالحین کے اجماع واتفاق کے برخلاف ہیں۔

نکاح کا مسنون طریقہ

- ولیمہء مسنونہ
- ولیمہ زفاف کے بعد
- ولیمہ زفاف سے پہلے
- ولیمے کی مدت

نکاح کا مسنون طریقہ

جب طرفین نکاح کے لیے آمادہ ہو جائیں، تو جمعہ کے دن بعد نماز عصر مجلسِ نکاح منعقد کی جائے، اس لیے کہ جمعہ کا دن بابرکت دن ہے، مسلمانوں کی عید کا دن ہے، حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش جمعہ کے دن ہی ہوئی، شام کے وقت زیادہ بہتر ہے، اس لیے کہ ایک حدیث پاک میں وارد ہوا ہے:

امسو ابالاملاك، فانه اعظم للبركة.

شام کے وقت (زوال کے بعد) نکاح کیا کرو، اس میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ، کتاب النکاح، یستحب عقد النکاح یوم الجمعۃ، مسئلہ: ۵۳۰۳، الفقہ الاسلامی وادلتہ، القسم السادس، الاحوال الشخصیۃ، الفصل الثانی، المبحث الخامس، مندوبات عقد الزواج ۸/ ۱۲۹)

نیز حسبِ ضرورت وسہولت کسی بھی دن اور کسی بھی وقت مجلس نکاح منعقد کی جاسکتی ہے۔

مسجد میں نکاح کی مجلس منعقد کی جائے، اس لیے کہ مسجد نزولِ رحمت وبرکت کی جگہ ہے، ملائکہ، نیک اور متقی لوگ جمع ہوتے ہیں، نکاح کے بندھن میں بندھنے کے وقت میاں بیوی دعاؤں کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں، یہ سب باتیں مسجد میں حاصل ہوتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ.

(رواہ الترمذی عن عائشۃ، کتاب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح: ۱۰۸۹)

نکاح کا اعلان کرو اور مسجدوں میں نکاح کرو۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ماہِ شوال میں نکاح فرمایا، حضرت عائشہ کی رخصتی بھی ماہ شوال میں ہوئی، حضرت عائشہؓ کی خواہش وتمنا ہوتی تھی کہ اپنے خاندان کی لڑکیوں کا نکاح ورخصتی ماہ شوال میں ہو۔

(ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الاوقات التی یستحب فیھا النکاح: ۱۰۹۳)

اس لیے علمائے کرام نے فرمایا: شوال کے مہینے میں نکاح کرنا مستحب ہے۔

سب سے پہلے نکاح پڑھانے والا، یا لڑکی کا وکیل لڑکی سے نکاح کی اجازت لے آئے، اجازت لینے والے حضرات لڑکے کا واضح نام (کہ اس کی شخصیت پہچانی جاسکے) اور مہر کی مقدار بتا کر اجازت لیں، جب لڑکی اپنے نکاح کی اجازت دے دے، تو اس کے بعد کم از کم دو مسلمان گواہوں کے موجودگی میں خطبہءمسنونہ پڑھنے کے بعد نکاح خواں قاضی صاحب لڑکے کو مخاطب کرتے ہوئے کہے: اللہ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق ''میں نے فلانہ بنت فلاں کا نکاح تمہارے ساتھ اتنے مہر کے عوض کر دیا'' لڑکا کہے: میں نے قبول کیا، نکاح مسنون طریقے پر ہو گیا۔

نکاح کے بعد حاضرین زوجین کو دعائیں دیں اور مبارک بادی دیں۔

حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں:

جب کسی شخص کا نکاح ہوتا، تو آپ علیہ السلام اس کو اس طرح دعاء دیتے تھے:

بَارَكَ اللهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي الْخَيْرِ.

(ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی التھنیۃ للمتزوج: ۱۰۹۱)

اللہ تمہارے لیے برکت عطا فرمائے اور تم لوگوں کو بھلائی کے ساتھ جمع فرمائے۔

جب مجلسِ نکاح برخواست ہو جائے، تو دولہا اپنی دلہن کے پاس جائے اور اس کی پیشانی پکڑ کر مندرجہء ذیل دعا پڑھے۔ (ان شاء اللہ دولہا اور دلہن دونوں کے لیے زندگی بھر کے لیے خیر و برکت کا باعث ہوگا۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نکاح کرے، تو

اپنی بیوی کی پیشانی پکڑ کر مندرجہ ذیل دعا پڑھے۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ.

(رواہ ابوداؤد عن عبداللہ بن عمرو، کتاب النکاح، باب جامع النکاح: ۲۱۶۰)

اے اللہ میں اپنی اہلیہ کے خیر کو تجھ سے طلب کرتا ہوں اور میں اُس خیر کو طلب کرتا ہوں جس پر تو نے اس کو پیدا فرمایا ہے، میں اپنی اہلیہ کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اور اُس شر سے طلب کرتا ہوں جس پر تو نے اس کو پیدا فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر اور حضرت حذیفہ اور دیگر حضرات صحابہؓ نے ابوسعید مولی ابواسید کو بیوی سے ملاقات کا طریقے بتاتے ہوئے ان کی رہبر فرمائی۔

جب تم اپنی دلہن کے پاس جاؤ، تو دو رکعت نفل نماز ادا کرو، پھر دلہن کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر مندرجہ ذیل دعا پڑھو۔

اللّٰهُمَّ بَارِكْ لِي فِي أَهْلِي، وَبَارِكْ لِأَهْلِي فِيَّ، وَارْزُقْهُمْ مِنِّي، وَارْزُقْنِي مِنْهُمْ.

اے اللہ میرے لیے میرے اہل میں برکت عطا فرما، مجھ میں میرے اہل کے لیے برکت عطا فرما، مجھے ان کی رزق و روزی کا ذریعہ بنا، ان کو میرے رزق و روزی کا ذریعہ بنا۔ (المغنی لابن قدامہ، کتاب النکاح، یستحب عقد النکاح یوم الجمعۃ، مسئلہ: ۵۳۰۳، الفقہ الاسلامی وادلتہ، القسم السادس، الاحوال الشخصیۃ، الفصل الثانی، المبحث الخامس، مندوبات عقد الزواج ۱۲۹/۸)

ولیمۂ مسنونہ

نکاح کے بعد دعوت دینے اور کھانا کھلانے کو ولیمہ کہتے ہیں، مرد کو اللہ تعالیٰ نے بیوی کی شکل میں ایک قیمتی نعمت عطا فرمائی ہے، اس نعمت پر خوشی و مسرت اور شکر کے اظہار کے لیے ولیمہ کرنا سنت ہے۔

ولیمہ کرنے میں ایک حکمت بیوی اور اس کے خاندان کے ساتھ حسن سلوک ہے،

اس لیے کہ بیوی کے گھر آنے کی خوشی میں لوگوں کو جمع کرنا، دعوت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ بیوی شوہر کی نظر میں باعزت اور باوقعت ہے، یہ بات بیوی کے گھر والوں کے لیے خوشی اوراطمینان کا باعث ہوگی اور زوجین اوران کے خاندانوں کے باہمی تعلق میں اضافہ ہوگا۔

(حجۃ اللہ البالغہ من ابواب تدبیر المنزل،صفۃ النکاح، ولیمۃ لنکاح ۲/ ۲۳۵،مطبوعہ مکتبہ علمیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نکاح کے موقع پر اُس وقت کے حالات کے اعتبار سے ولیمہ فرمایا ہے، آپ نے ادنیٰ درجہ کا ولیمہ ''کھجور'' و ''پنیر'' سے فرمایا ہے، سب سے اعلیٰ درجہ کا ولیمہ بکری کا گوشت اور روٹی سے فرمایا ہے، کسی زوجہء مطہر کا ولیمہ دو مد (پونے دوکلو) آٹے سے فرمایا تھا، بہرحال ولیمہ اپنی وسعت وحیثیت کے موافق کرنا مستحب ہے، ولیمے کی دعوت میں رشتہ دار، دوست واحباب، پڑوس اوراہل محلہ کو دعوت دی جائے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مال دار صحابی تھے، اس لیے آپ علیہ السلام نے آپ سے فرمایا:

أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

(رواہ البخاری عن انس رضی اللہ عنہ، کتاب النکاح، باب الولیمۃ ولو بشاۃ: ۵۱۶۷)

ولیمہ کرو، اگرچہ ایک ہی بکری سے ہو۔

ولیمہ زفاف کے بعد

زمانہء جاہلیت میں لوگ زفاف سے پہلے ولیمہ کرتے تھے، (حجۃ اللہ البالغہ) احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار ولیمے ثابت ہیں، حضرت زینب، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ اورکسی نامعلوم زوجہء مطہر کا ولیمہ۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ رخصتی اورزفاف کے بعد کرنا صراحۃً ثابت ہے، معلوم ہوا کہ اسلام نے رخصتی اورزفاف کے بعد ولیمے کو مسنون قرار دیا ہے۔

أَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا عَرُوسًا، فَدَعَا الْقَوْمَ

فَأَصَابُوا مِنَ الطَّعَامِ.

(رواہ البخاری عن انسؓ فی حدیث طویل، کتاب النکاح، باب الولیمۃ حق: ۵۱۶۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرما کر دولہا ہونے کی حالت میں صبح فرمائی اور ولیمے کی دعوت کی۔

روایات کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صفیہ کا ولیمہ بھی زفاف کے بعد ہوا ہے۔

أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلاَثًا، يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ. (رواہ البخاری عن انسؓ، کتاب النکاح، باب البناء فی السفر: ۵۱۵۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر اور مدینے کے درمیان تین دن قیام فرمایا اور حضرت صفیہؓ کے ساتھ وقت گذارا، میں نے لوگوں کو آپ کے ولیمے کی دعوت دی۔

لہٰذا بہتر اور افضل یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ کاملہ پر عمل کرتے ہوئے رخصتی اور زفاف کے بعد ولیمہ کیا جائے، اپنی وسعت کے موافق اس کی بھرپور کوشش کرنا چاہیے۔

حافظ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں:

الْمَنْقُولُ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا بَعْدَ الدُّخُولِ. (فتح الباری، کتاب النکاح، باب الولیمۃ حق: ۵۱۶۶)

البنایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے:

لو بنى الرجل بامرأته، ينبغي أن يولم، والوليمة سنة، ويدعو الجيران والأصدقاء، ويصنع لهم طعاما ويذبح لهم.

(البنایۃ شرح الہدایہ، کتاب الکراہیۃ، باب الاکل والشرب ۱۲/۸۹)

جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ رات گذارے، تو مناسب ہے کہ ولیمہ کرے اور ولیمہ مسنون ہے، ولیمے میں اپنے پڑوسیوں اور دوستوں کو دعوت دے، ان کے لیے کھانا تیار کرے اور جانور ذبح کرے۔

فتاوی عالم گیری میں مرقوم ہے:

وَلِيمَةُ الْعُرْسِ سُنَّةٌ، وَفِيهَا مَثُوبَةٌ عَظِيمَةٌ وَهِيَ إِذَا بَنَى الرَّجُلُ بِامْرَأَتِهِ يَنْبَغِي أَنْ يَدْعُوَ الْجِيرَانَ وَالْأَقْرِبَاءَ وَالْأَصْدِقَاءَ وَيَذْبَحَ لَهُمْ وَيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا.

(الفتاوی الهندیہ، کتاب الکراهية، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات ۳/۳۴۳)

شادی کا ولیمہ سنت ہے اور اس میں بہت بڑا ثواب ہے، ولیمہ یہ ہے کہ جب مرد اپنی عورت کے ساتھ رات گذارے، تو اگلے دن اپنے پڑوسیوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو دعوت دے، ان کے لیے جانور ذبح کرے۔

السنة في الوليمة أن تكون بعد البناء، وطعام ماقبل البناء لايقال له: وليمة عربية. (حاشیہ فیض الباری لبدر عالم میرٹھی، کتاب النکاح، باب الولیمۃ ۳/۳۰۰)

زفاف سے پہلے ولیمہ

چوں کہ ولیمہ کہا جاتا ہے: اس دعوت کو جو نکاح کے بعد بیوی کی صورت میں ملنے والی نعمت کی خوشی میں کی جائے، اس لیے کسی ضرورت کے پیش نظر عقد نکاح کے بعد رخصتی، خلوت اور زفاف سے پہلے کیا جائے، تو ولیمے کی نفس سنت ادا ہوگی، مثلاً شہروں میں لوگوں کے لیے مجلس نکاح میں آنا، پھر دعوتِ ولیمہ میں شرکت دشواری کا سبب ہے، شہروں میں مکانات چھوٹے اور تنگ ہوتے ہیں، لوگوں کو دو دن قیام کرانا دشوار ہوتا ہے، یا کسی اور ضرورت کے پیش نظر عقد نکاح کے بعد ولیمہ کرلیا جائے، شرعاً اس کی بھی گنجائش ہے۔

يجوز ان يولم بعدالنكاح، اوبعدالرخصة اوبعدان يبنى بهى، والثالث هوالاولى.

(بذل المجهود، کتاب الاطعمة، باب فی استحباب الولیمۃ للنکاح: ۳۷۴۳، ۱۱/۱۷۴)

ولیمے کی مدت

ولیمہ دراصل نعمتِ نکاح پر دعوت ہے، اس لیے رخصتی یا زفاف کے بعد دوسرے

دن کرنا چاہئے، کسی ضرورت ومصلحت کی وجہ سے دو یا تین دن تک تاخیر سے ولیمہ کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، اس کے بعد ولیمہ کا وقت ختم ہوجائے گا، اس کے بعد جو دعوت کی جائے گی، وہ عام دعوت ہوگی، مسنون ولیمہ کا اجر نہیں ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طَعَامُ أَوَّلِ يَوْمٍ حَقٌّ، وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّانِي سُنَّةٌ، وَطَعَامُ يَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ، وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللهُ بِهِ.

(رواہ الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الولیمۃ: ۱۰۹۷)

عقدِ نکاح کے بعد پہلے دن کا کھانا برحق ہے، دوسرے دن کا کھانا جائز ہے، تیسرے دن کا کھانا برائے شہرت ہے، جو شخص شہرت چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو شہرت دے دیتے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ تیسرے دن کے بعد جو ولیمہ کیا جائے گا، وہ کھانا برائے ولیمہ مسنونہ نہیں ہوگا؛ بلکہ دیگر مقاصد: عام دعوت یا دعوت برائے شہرت ہوگا۔

فقہائے کرام نے اسی بات کی صراحت فرمائی ہے۔

علامہ عینی شارح بخاری تحریر فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِأَنْ يَدْعُوَ يَوْمَئِذٍ مِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ، ثُمَّ يَنْقَطِعُ الْعُرْسُ. (البنایۃ شرح الھدایہ، کتاب الکراھیۃ، باب الاکل والشرب ۱۲/ ۸۹)

کوئی حرج کی بات نہیں کہ یہ دعوتِ ولیمہ زفاف کے دن کرے، یا اس کے بعد والے دن (دوسرے دن) یا اس کے بعد والے دن (تیسرے دن)، اس کے بعد ولیمہ کی مدت ختم ہوجائے گی۔

فتاویٰ ہندیہ میں مذکورہ ہے:

لَا بَأْسَ بِأَنْ يَدْعُوَ يَوْمَئِذٍ مِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ، ثُمَّ يَنْقَطِعُ الْعُرْسُ وَالْوَلِيمَةُ. كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ.

(فتاوی ہندیہ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ۵/ ۳۴۳)

میاں بیوی کے حقوق

شوہر کے حقوق

- شوہر کی اطاعت وفرماں برداری
- گھر کی نگرانی اور حفاظت
- شوہر کے گھر میں قیام
- اصلاح کے لیے بیوی کی تادیب وتنبیہ
- طلاق کا حق
- میراث کا حق

میاں بیوی کے حقوق

شریعت میں جن اعزہ اور رشتہ داروں کے حقوق زیادہ ہیں، ان میں سے شوہر و بیوی بھی ہیں؛ چوں کہ پورا خاندانی نظام ازدواجی رشتے ہی سے متعلق ہے، اسی سے خاندان کی تشکیل ہوتی ہے اور خاندان کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔

زوجین کے سلسلے میں شریعت کا عمومی نقطہ نظر یہ ہے کہ ان کے درمیان مالک ومملوک اور آقا و باندی کی نسبت نہیں؛ بلکہ وہ ایک معاملے کے دو فریق اور زندگی کے دو رفیق ہیں؛ البتہ قدرتی طور پر ان کی صلاحیتیں مختلف ہیں، بعض صلاحیتیں مردوں میں ہیں، عورتوں میں نہیں اور بعض صلاحیتیں عورتوں میں ہیں جن سے مرد محروم ہیں۔

اسی صلاحیت کے اعتبار سے اسلام نے دونوں کے دائرۂ کار کو تقسیم فرمایا ہے کہ گھر کے باہر کی ذمہ داریاں مرد پوری کریں گے اور گھر کے اندر کی ذمہ درایاں عورتیں پوری کریں گی، نیز شوہر کی حیثیت خاندان کے سربراہ، محافظ اور منتظم کی ہے، اسی کو قرآن مجید نے ''قوام'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، اس میں مرد کے لیے بھی عافیت ہے اور عورت کے لیے بھی اور اسی میں خاندانی نظام کا بقاء بھی ہے۔

شوہر کے حقوق

۱- شوہر کی اطاعت وفرماں برداری

شوہر کا پہلا حق اطاعت وفرماں برداری ہے، قرآن مجید نے ''فالصالحات قانتات'' سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس کو بیان فرمایا ہے۔

چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ .

(رواہ الترمذی عن ام سلمۃ، کتاب النکاح، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ ۱۱۶۱، والحاکم واقرہ الذھبی: ۷۳۲۸)

جس عورت کو اِس حال میں موت آئے کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو، تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

(الف) اگر شوہر کسی خلافِ شرع کام کا حکم دے، اس امر میں شوہر کی اطاعت جائز نہیں ہے، جیسے غیر محرم سے بلاضرورت بات چیت، غیر محارم کے سامنے پردہ نہ کرنے کا حکم وغیرہ۔

(ب) جو باتیں شریعت کے خلاف نہیں ہیں اور شوہر کو اس کے مطالبے کا حق بھی نہیں ہے، ان امور میں شوہر کی اطاعت کی جاسکتی ہے؛ لیکن واجب نہیں ہے، جیسے عورت کی مملوکہ اشیاء وجائداد میں تصرف کرنا۔

(ج) جن باتوں کا شریعت نے حکم دیا ہے، جیسے نماز روزہ اور دیگر شرعی احکام یا جو باتیں شوہر کا عورت پر حق کا درجہ رکھتی ہیں، جیسے شوہر کے تقاضہء طبعی کی تکمیل بشرط یہ کہ کوئی شرعی یا طبعی مانع موجود نہ ہو، ان امور میں شوہر کی اطاعت بیوی پر واجب ہے۔

۲- گھر کی نگرانی اور حفاظت

شوہر کا دوسرا حق یہ ہے کہ بیوی اس کے گھر کی نگرانی اور حفاظت کرے، اس حفاظت ونگرانی میں بچوں کی تربیت، شوہر کے مال وجائداد کی حفاظت اور خود اپنی عفت و پاک دامنی کا تحفظ داخل ہیں، اللہ تعالیٰ نے **حافظات للغیب بما حفظ اللہ** کہہ کر اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، ...وَالرَّجُلُ رَاعٍ

فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا.

(رواہ البخاری عن ابن عمر، کتاب الجمعہ، باب الجمعۃ فی القری: ۸۹۳)

تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اپنے ذمے کی چیزوں کی بابت جواب دہ ہوگا، مرد اپنے اہل کا ذمہ دار ہے، اس کو اس کے اہل کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں سے متعلق سوال کیا جائے گا۔

۳-شوہر کے گھر میں قیام

شوہر کا بنیادی حق ''حقِ حبس'' (شوہر کے گھر میں ٹھہرے رہنا) ہے یعنی شوہر کی اجازت کے بغیر عام حالات میں عورت اُس گھر سے باہر نہیں نکل سکتی جو اسے بطور رہائش گاہ دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى (الاحزاب: ۳۳)

اے امہات المومنین! اپنے گھروں میں ٹھری رہو اور زینت کے ساتھ باہر نہ نکلا کرو جیسے زمانہ ءجاہلیت میں نکلا کرتی تھیں۔

مجبوری کی صورتیں مستثنیٰ ہیں، مثلاً بیوی کے والدین شدید بیمار ہیں، کوئی ان کا تیماردار نہیں ہے، تو شوہر کی منع کرنے کے باوجود عورت کے لیے والدین کی تیمارداری کے لیے جانا جائز ہے۔

میکے جانا

فقہاء نے لکھا ہے: شوہر کو چاہئے کہ وہ وقتاً فوقتاً بیوی کو اس کے والدین اور رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے لے جائے، یا جانے کی اجازت دے، کتنے دنوں میں جانے کی اجازت دی جائے؟ اس میں عرف ورواج کا اعتبار ہوگا؛ البتہ شوہر کی طرف

سے اجازت نہ ہونے کی صورت میں بلا اجازت والدین سے ہفتہ دو ہفتے میں ایک مرتبہ اور دیگر محرم رشتہ داروں سے سال میں ایک مرتبہ ملاقات کے لیے جاسکتی ہے۔

میکے میں قیام

جتنے دن شوہر بخوشی میکے میں ٹھہرنے کی اجازت دے، یا جتنے دن ٹھہرنے کا عمومی عرف ورواج ہو، اتنے دن میکے میں قیام کرسکتی ہے، جو عورت شوہر کی اجازت ومرضی کے بغیر بلا کسی جائز حق اور عذر کے میکے چلی جائے، یا میکے میں شوہر کی مرضی وعمومی رواج کے مدت سے زیادہ ٹھہری رہے، وہ عورت ناشزہ (نافرمان) سمجھی جائے گی اور گنہگار ہوگی اور جتنا عرصہ میکے میں گذارے گی، اس مدت کے خرچ کی بھی وہ حق دار نہیں ہوگی۔ (مستفاد از: قاموس الفقہ ۵/ ۲۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللهُ لَهُمْ صَلَاةً, وَلَا يَرْفَعُ لَهُمْ إِلَى السماء حسنة: العبد الآبق حتى برجع إلى مواليه, فيضع يده في أيديهم, المرأة السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا حَتَّى يَرْضَى, وَالسَّكْرَانُ حَتَّى يصحو.

(صحیح ابن حبان، کتاب الاشربہ، ذکر نفی قبول صلاۃ من شراب المسکر إلی أن یصحو من سکرہ: ۵۳۵۵، ابن خزیمہ، باب نفی صلاۃ المرأۃ الغاضبۃ رقم: ۹۱۰)

تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نماز قبول نہیں فرماتے ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں:

(۱) بھگوڑا غلام یہاں تک کہ وہ اپنے آقا کے پاس لوٹ آئے۔

(۲) نشہ میں مست انسان جب تک کہ نشہ دور نہ ہوجائے۔

(۳) وہ عورت جس کا شوہر (شرعی عذر کی بنا پر) ناراض ہو؛ یہاں تک کہ شوہر خوش نہ ہوجائے۔

حافظ ابن حجرؒ اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

اگر شوہر بیوی سے اس کی بداخلاقی، بے ادبی اور نافرمانی کی وجہ سے ناراض ہو، خواہ دن کا وقت ہو، یا رات کا، جب تک شوہر بیوی سے خوش نہیں ہوجاتا، بیوی کے لیے یہ وعید باقی رہے گی۔ (فتح الباری، کتاب النکاح، باتت المرأۃ مھاجرۃ فراش زوجھا: ۵۱۹۳، ۹/ ۲۴۳، مرقاۃ، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ ۳/ ۱۹۸)

نیز جو والدین اپنی شادی شدہ لڑکی کو شوہر کی مرضی اور جائز عذر کے بغیر گھر میں ٹھہرا لیتے ہیں، وہ بھی گنہگار ہوں گے، اس طرح کی حرکتوں سے میاں بیوی کے درمیان نااتفاقیاں اور نفرتیں پیدا ہوتی ہیں اور جھگڑوں کا آغاز ہوتا ہے جو نہایت مضر ثابت ہوتا ہے۔

۴-اصلاح کے لیے بیوی کی تادیب وتنبیہ

شریعت نے بیوی کی اصلاح کے لیے شوہر کو تادیب وتنبیہ کرنے کا حق بھی دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَ اھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ (النساء: ۳۴)

جن بیویوں سے تمھیں نافرمانی کا اندیشہ ہو، انھیں پہلے سمجھاؤ، اگر نہ سمجھیں، تو ان کے ساتھ بستر پر سونا چھوڑ دو، پھر بھی نہ سمجھیں، تو انہیں مارو، اگر تمہاری بات مان لیں، تو ان کے خلاف کوئی بہانہ (جدائی، پٹائی کا) تلاش نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَاِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْھُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ.

(رواہ مسلم عن جابر، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۲۱۸)

اگر بیویاں اطاعت نہ کریں، تو ایسی مار مارو جو تکلیف دہ نہ ہو۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

لیس له أن یضربها فی التادیب ضربا فاحشا ، وهو الذی یکسر العظم، أو یخرق الجلد، او یسوده.

(ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر ۱۳۱/۶)

شوہر کے لیے از راہِ تادیب نامناسب حد تک مار پیٹ جائز نہیں ہے، یعنی ایسی مار کہ ہڈی ٹوٹ جائے، یا چمڑی پھٹ جائے، یا جلد سیاہ ہو جائے۔

کن امور میں تادیب کی جائے

(۱) شوہر کے لیے زینت اختیار نہ کرے۔

(۲) کسی شرعی یا طبعی عذر کے بغیر تقاضۂ طبعی کے لیے آمادہ نہ ہو۔

(۳) شوہر کی اجازت کے بغیر بلا عذر شرعی گھر سے نکل جائے۔

(۴) نماز ادا نہ کرنے پر تادیب کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے، بعض حضرات نے اس کو اللہ کا حق سمجھ کر شوہر کو تادیب کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

ان امور کے علاوہ عورت کی طرف سے ہونے والی زیادتیوں جیسے شوہر کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آنا، غیر محرم کے سامنے جانا، شوہر کا کوئی قیمتی سامان کسی کو دینا، بچوں کو بہت مار پیٹ کرنا وغیرہ امور میں تادیب کی جاسکتی ہے۔

(۵) طلاق کا حق

شریعت نے شوہر کو ایک خصوصی حق ''طلاق'' کا بھی دیا ہے۔ (جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ذکر کی جائے گی)

(۶) میراث کا حق

بیوی کا انتقال ہو جائے اور بیوی مال چھوڑ کر جائے، تو دو صورتیں ہوں گی، بیوی کی کوئی اولاد زندہ ہو، تو شوہر کو بیوی کے مال میں سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا، اگر بیوی کی کوئی اولاد نہ ہو، تو شوہر کو بیوی کے مال میں سے آدھا حصہ ملے گا، بقیہ دیگر شرعی وارثین کو ملے گا۔

بیوی کے اخلاقی واجبات

شوہر کے حقوق دراصل بیوی کے فرائض سے عبارت ہیں، اسلام نے عورتوں کے ذمے کچھ اخلاقی واجبات بھی رکھے ہیں، مثلاً اپنے بچوں کو دودھ پلانا، امور خانہ داری کو انجام دینا وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ وفاطمہؓ کو نصیحت فرماتے ہوئے خانگی امور کو تقسیم فرمایا ہے، حضرت علیؓ باہر کے کام کاج انجام دیں گے اور حضرت فاطمہ خانگی امور انجام دیں گی، علماء نے فرمایا: روٹی پکانا، بستر لگانا، گھر میں جھاڑو دینا، پانی بھرنا اور دیگر گھریلو کام داخل ہیں۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ حضرت زبیرؓ کی خوب خدمت کیا کرتی تھیں، پانی لانا، گھر کی صفائی کرتیں، جانوروں کا خیال رکھتی تھیں، علامہ ابن القیم جوزیؒ نے بالتفصیل بیان کیا ہے۔

(ملخص از: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، فصل فی حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خدمۃ المرأۃ لزوجھا ۹/۴)

چناں چہ عہدِ نبوی اور خیر القرون کا معمول رہا ہے کہ خواتین گھر کی صفائی، ستھرائی اور پکوان وغیرہ کا کام انجام دیا کرتی تھیں، اس لیے کہ یہ امور شوہر کے اخلاقی حقوق میں داخل ہیں؛ البتہ شوہر گھریلو ضرویات کے لیے خادم رکھنے کی طاقت رکھتا ہو، تو عورت پر خانگی امور کو انجام دینا قانوناً واجب نہیں ہوگا۔ (مستفاد از قاموس الفقہ ۱۰۸/۴)

❁--❁--❁

بیوی کے حقوق

مہر
نفقہ
- (خوراک، لباس، مکان)
- بیویوں کے درمیان عدل
- حسن معاشرت
- ازواج مطہرات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معاشرت
- حق میراث

بیوی کے حقوق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ . (البقرة:۲۲۸)

عورتوں کا حق مردوں پر ویسے ہی ہے جیسے دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔

جس طرح شوہر کے حقوق بیوی پر ہیں، اسی طرح اور اسی قدر بیوی کے حقوق بھی شوہر کے ذمے ہیں۔

(۱) مہر

اسلام میں میاں بیوی کے رشتے کو ایک مقدس اور قابلِ احترام رشتہ قرار دیا گیا ہے، اسی لیے نکاح کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، نکاح کے ذریعے زوجین کے لیے ایک دوسرے کی عصمت حلال ہوتی ہے، اس رشتے کی اہمیت اور عصمتِ نسوانی کے احترام کے طور پر نکاح کے ساتھ مہر کو رکھا گیا ہے۔

مہر عورت اور اس کی عصمت کی قیمت نہیں ہے؛ بلکہ شوہر کی طرف سے ایک تحفہء احترام ہے جسے وہ اپنی رفیقہء حیات کے لیے پیش کرتا ہے۔

مہر کا وجوب قرآن، حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

مہر: وہ مال ہے جو عقد نکاح کی وجہ سے عورت کے لیے مرد پر واجب ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی عورت سے زیادہ یا کم مہر کے عوض نکاح کرے؛ لیکن مہر ادا کرنے کی نیت نہیں تھی اور اس کو دھوکہ دیا، تو قیامت کے دن اللہ سے زانی کی صورت میں

ملاقات کرے گا۔ (مجمع الزوائد عن میمون الکردی عن ابیہ، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الصداق: ۷۵۰۷)

اگر کسی شخص نے زندگی میں مہر ادا نہیں کیا ہے، تو مرنے کے بعد اس کی میراث میں سے ادا کیا جائے گا۔

مہرِ معجل: جو مہر نکاح کے وقت ہی ادا کر دیا جائے، اس کو مہر معجّل کہتے ہیں۔

مہرِ مؤجل: جو مہر نکاح کے وقت ادا نہ کیا جائے، یا کچھ حصہ ادا نہ کیا جائے، اس کو مہر مؤجل (ادھار) کہتے ہیں۔

مسنون طریقہ یہ ہے کہ مہر کی کچھ مقدار رخصتی کے موقع پر ادا کر دی جائے۔

مہر کی مقدار

حنفیہ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے (۱۰ × ۳ء۶۱۸ = ۶۱۸ء ۳۰، تیس گرام، چھ سو اٹھارہ ملی گرام چاندی ہے)۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا صَدَاقَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ. (سنن دارقطنی، کتاب النکاح، باب المہر: ۳۶۰۲)

مہر دس درہم سے کم نہیں ہونا چاہئے۔

حضرت علیؓ نے موقوفاً مروی ہے:

لَا يَكُونُ مَهْرًا أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ.

(سنن دارقطنی، کتاب النکاح، باب المہر: ۳۶۰۳)

مہر کی زیادہ مقدار متعین نہیں ہے؛ البتہ مہر میں اعتدال اور میانہ روی بہتر ہے، تقریباً امہات المومنین اور بنات طاہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا جس کا موجودہ وزن (۹۰۰، ۵۳، ۱) ایک کلو پانچ سو تیس گرام، نو سو ملی گرام چاندی ہے۔

(جدید فقہی مسائل ا/ ۲۹۴)

شریعت کا طریقہ کار یہ ہے کہ مہر کی مقدار بہت کم بھی نہ ہو کہ عورت کی دل شکنی ہو اور بہت زیادہ بھی نہ ہو کہ تفاخر مقصود یا ادائیگی مشکل ہو۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

أَلَا لَا تُغَالُوا صَدُقَةَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الخ.

(رواہ الترمذی عن ابی العجفاء، کتاب النکاح، باب منہ، باب ماجاء فی مھور النساء: ۱۱۱۴)

غور سے سنو! ضرورت سے زیادہ مہر مقرر نہ کرو، اگر مہر کی زیادتی عزت یا اللہ کے نزدیک تقوی کا ذریعہ ہوتی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے۔

(مستفاد از قاموس الفقہ ۵/۱۴۶)

(۲) نفقہ

نفقہ سے مراد خوراک، پوشاک اور رہائش کا انتظام ہے۔ (ردالمحتار ۲/ ۶۴۴)

نفقہ کا مقصد بنیادی ضروریات کی تکمیل ہے، جو ہر زمانے کے عرف ورواج اور زیرِ کفالت شخص کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا. (البقرۃ: ۲۳۳)

بچوں کے ذمہ داروں پر عورتوں کا نفقہ اور پوشاک ہے دستور کے موافق، نیز کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف بنایا نہیں جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نفقے میں معروف کی صراحت فرمائی ہے جو عرف ورواج اور زمانے کے حالات کے موافق بیویوں کا جو خرچ ہوگا، وہ شوہروں کے ذمے ہوگا۔

حضرت ہندہ نے اپنے شوہر ابوسفیانؓ کی طرف سے ہونے والی تنگی کی شکایت کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ.

(رواہ البخاری عن عائشۃ، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل الخ: ۵۳۶۴)

تم ان کے مال میں سے اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لیے معروف (مروجہ) طریقہ کے مطابق کافی ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ.

(رواہ مسلم عن جابرؓ، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۲۱۸)

تم پر بیویوں کا رزق اور ان کا لباس معروف طریقے پر واجب ہے۔

بیوی کا نفقہ نکاح صحیح کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، بیوی مسلمان ہو، یا کتابیہ، بالغہ ہو، یا ایسی نابالغہ جس سے صحبت کی جا سکتی ہو، یا وہ شہوت کی عمر کو پہنچ گئی ہو، مال دار ہو، یا غریب، شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو، یا کسی عذر کی وجہ سے نہیں کر پایا ہو، سلیم العقل ہو، یا فاتر العقل، شوہر مال دار ہو یا نابالغ؛ اگر وہ شوہر کے گھر میں ہو، کم سے کم خدمت اور موانست کے لائق ہو، تو ہر حال میں شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم ہے، اگر بیوی کسی جائز حق اور عذر کی وجہ سے، یا شوہر کی اجازت سے شوہر کے گھر سے باہر ہو، تو بھی بیوی کا نفقہ لازم ہے۔

نفقے میں شامل چیزیں

قرآن وحدیث اور شریعت کے مزاج و مذاق کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے نفقے میں اس کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہیں، جو ہر زمانے کے عرف اور حالات سے متعلق ہیں، اس سلسلے میں قطعی تحدید و تعیین نہیں کی جا سکتی؛ تاہم فقہاء نے سات چیزوں کا ذکر کیا ہے (۱) کھانا (۲) سالن (۳) صفائی ستھرائی کا سامان (۴) لباس (۵) گھر کا ضروری سامان (۶) رہنے کے لیے مکان (۷) اگر عورت کا تعلق ایسے سماج سے ہو جس میں خدام سے خدمت لی جاتی ہو، تو خادم کا انتظام۔

خوراک

خوراک مہیا کرنے کی دو صورتیں ہیں، کھانے کی چیزیں فراہم کرے، پکا پکایا

کھانا فراہم کرے، اگر عورت ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہو جس میں عورتیں خود کھانا بناتی ہیں، تو شوہر کے ذمہ پکا ہوا کھانا فراہم کرنا ضروری نہیں ہے، اگر عورت ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے جس میں عورتیں کھانا بنانے کی عادی نہیں ہیں، تو شوہر کی طرف سے خادم بھی فراہم کرنا ضروری ہے۔

کھانے کی کوئی مقدار طے نہیں کی جاسکتی، جتنا کافی ہوجائے، اتنا دینا ضروری ہے، نیز مختلف علاقوں اور مقامات میں غذا کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے عرف ورواج کے مطابق خوراک کا انتظام کرے۔

جس طرح غذا کی کوئی مقدار متعین نہیں کی جاسکتی، اسی طرح خوراک کے لیے کوئی رقم بھی متعین نہیں کی جاسکتی؛ کیوں کہ اشیاء کی قیمتوں میں کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے۔

لباس

بیوی کے لیے لباس کا انتظام کرنا بھی شوہر کے ذمے ہے، لباس میں مقدار اور نوعیت متعین نہیں ہے؛ بلکہ مختلف مقامات کے عرف کا لحاظ کرتے ہوئے لباس فراہم کرے، معیاری لباس شوہر کی معاشی استطاعت اور عورت کے خاندان کے اعتبار سے واجب ہوگا، سال میں کم سے کم دو جوڑے بنانا ضروری ہے۔

مکان

نفقے میں مکان رہائش کا انتظام بھی شامل ہے، اس کو فقہاء ''سکنی'' سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بیوی کے لیے رہائش کے انتظام کو واجب قرار دیا ہے۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ. (الطلاق:٦)

رہائش گاہ کے سلسلے میں بنیادی احکام درج ذیل ہیں:

(۱) رہنے کے لیے مکان فراہم کرنا، خواہ ذاتی ہو، کرایہ کا ہو، یا عاریت کا۔

(۲) مکان فراہم کرنے میں شوہر اور بیوی دونوں کی رعایت کی جائے گی۔

(۳) گھر کے ساتھ گھریلو ضروت کی چیزیں بھی فراہم کرنی ضروری ہیں۔

(۴) بیوی کے لیے ایسا مکان فراہم کرے جس میں اُس کی خواہش کے بغیر دوسروں کے ساتھ رہنے پر اس کو مجبور نہ کیا جائے۔

اس سلسلے میں فقہاء نے بالتفصیل کلام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

(الف) مکان ایک ہی کمرے کا ہو جس میں میاں بیوی کے علاوہ کوئی دوسرا مرد یا عورت یا باشعور بچے کا قیام نہ ہو، تو وہ گھر سکنی کے لائق ہے، اگر کسی مرد یا عورت یا باشعور بچے کا قیام ہو، تو یہ گھر سکنی کے لیے کافی نہیں ہے۔

(ب) مکان میں کئی کمرے ہوں اور ہر ایک کو مستقل تالا لگایا جا سکتا ہو، باورچی خانہ اور بیت الخلاء بھی مستقل ہوں اور عورت کو دیگر رشتہ داروں سے کوئی تکلیف نہ ہوتی ہو، تو ایسا گھر بھی سکنی کے لیے کافی ہے۔

(ج) مکان میں کئی کمرے ہوں، ہر ایک کو مستقل تالا لگایا جا سکتا ہو؛ لیکن باورچی خانہ مستقل نہ ہو، تو ایسا گھر حقِ سکنی کے لیے کافی نہیں ہے۔

(د) مکان میں کئی کمرے ہوں، ہر ایک کو مستقل تالا لگایا جا سکتا ہو، باورچی خانہ بھی مستقل ہو؛ لیکن بیت الخلا مشترک ہو اور شوہر کی مالی استطاعت کمزور ہو، تو ایسا گھر حقِ سکنی کے لیے کافی ہے۔ (مستفاد از قاموس الفقہ ۵/۲۰۸)

والدین کے مشترکہ مکان میں قیام

نوٹ: ہمارے ہندوستانی معاشرے میں بسا اوقات شوہر بیوی کو اپنے والدین کے مکان ہی میں رکھتا ہے، اگر مکان میں متعدد کمرے ہوں اور ہر ایک کو مستقل تالا لگا جا سکتا ہو اور عورت کو کسی رشتہ دار سے تکلیف نہ پہنچتی ہو، تو اس مکان میں بیوی کو ٹھہرانا جائز ہوگا، بصورت دیگر شوہر بیوی کو اس طرح کے مکان میں رہنے کے لیے شرعاً مجبور نہیں کر سکتا ہے۔

لہٰذا ایسی صورتِ حال میں عورت کو چاہیئے کہ شوہر کے والدین کے مشترکہ مکان میں سکونت اختیار کرے، شوہر کے والدین کو اپنے والدین سمجھ کر ان کی خدمت کو

سعادت سمجھے اوران کے تجربات سے فائدہ اٹھائے، یہ عورت کی سعادت مندی وخوش نصیبی ہے۔ان شاء اللہ۔دنیا وآخرت میں اجر ملے گا؛لیکن عورت شوہر کے والدین کی خدمت کرنا نہیں چاہتی اوران کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی ہے،تو شوہر اس کو مجبور نہیں کرسکتا۔

اگرعورت بخوشی اس طرح کے مشترکہ مکان میں رہنے پرراضی نہ ہو،توشوہرکو چاہیے کہ وہ اس کے مطالبہ کو برا نہ سمجھے؛ بلکہ اس کا شرعی وجائز حق اوراپنی ذمہ داری سمجھ کراس کے لیے مستقل مکان کا انتظام کرے۔

لڑکے کے والدین کی ذمہ داری

اپنے لڑکے کا نکاح کرنے کے بعدلڑکے اور بہو کے لیے اس طرح کا مناسب گھر(جس کی تفصیل پیچھے گذری) کا انتظام کرنا چاہیے،اگر بہومشترکہ گھر میں خوش دلی سے رہ جائے،تواس کی قدر کریں،اُس کوگھر کا ایک فرد اور بیٹی سمجھیں۔

اگروہ اپنے جائز اورشرعی حق کا مطالبہ کرے اوراپنے شوہر کے ساتھ الگ گھرمیں رہنا چاہتی ہے،تواس کو برا نہ سمجھیں اورطعنہ نہ دیں؛ بلکہ اس کے جائزحق کو شوہر کی شرعی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس کا انتظام کریں۔

ان شرعی واخلاقی ذمہ داریوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے میاں بیوی اور دونوں کے خاندانوں میں غلط فہمیاں اور جھگڑے شروع ہوتے ہیں اور پورے خاندان میں تلخیاں اورنفرتیں پھیل جاتی ہیں۔

بیوی کا علاج شوہر کے ذمے

ایام حمل،ولادت،رضاعت اوراس کے تمام متعلقات کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے،یہ مسئلہ تمام علمائے کرام کے نزدیک متفق علیہ ہے:البتہ عام حالات میں بیوی بیمار ہوجائے،تو اس کے اخراجات شرعاً شوہر کے ذمے نہیں ہیں،فقہائے کرام نے کتب فقہ میں نفقے کے ضمن میں یہی بات تحریر فرمائی ہے۔

چناں چہ علامہ حصکفیؒ اور ابن عابدین شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

لَا یَلْزَمُهُ مُدَاوَاتُهَا أَيْ إِتْيَانُهُ لَهَا بِدَوَاءِ الْمَرَضِ، وَلَا أُجْرَةِ الطَّبِيبِ، وَلَا الْفَصْدِ، وَلَا الْحِجَامَةِ ۔ هِنْدِيَة.

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة ۵/ ۲۸۵)

بیوی کا علاج کرانا شوہر کے ذمہ نہیں ہے، دوائی، ڈاکٹر کی فیس، فصد وحجامہ کی فیس اور اجرت کی ادائیگی شرعاً اس کے ذمہ نہیں ہے۔

ہمارے سماج میں بیویاں شوہر کی خدمت کرتی ہیں: کھانا بناتی ہیں، کپڑے دھوتی ہیں اور دیگر گھریلو ذمہ داریاں ادا کرتی ہیں جو کہ شرعاً ان کے ذمہ لازم نہیں ہیں؛ بلکہ عورتیں یہ تمام کام دیانۃً اور اخلاقاً انجام دیتی ہیں، اسی طرح شوہروں پر بیوی کے علاج و معالجہ کا خرچ بھی گو کہ فقہاء کی تصریحات کے مطابق قانونِ شرع کی رو سے لازم اور ضروری نہیں ہے؛ لیکن دیانۃً اور اخلاقاً شوہر کے ذمہ لازم ہے، نہایت بے مروتی کی بات ہے کہ آدمی اپنی زوجہ کی صحت وجوانی کی حالت میں اس سے فائدہ اٹھائے، مرض اور بڑھاپے کی حالت میں بیوی کے مال سے علاج معالجہ کرائے، یا اس کے والدین کے پاس پہنچا دے، خصوصاً اس دور میں جب کہ بیماریاں عام ہوگئیں ہیں اور علاج معالجہ مہنگا ہو گیا ہے، اگر شوہر علاج کا خرچ برداشت نہ کرے، بیوی کے پاس مال نہ ہو، تو اس کا علاج معالجہ کون کرائے گا؟ موجودہ دور میں مزاج میں تنگی اور تلخی پیدا ہو چکی ہے، باہمی رنجشیں، عداوت اور امورِ خانہ داری کے درہم برہم ہونے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

اسی لیے شریعتِ مطہرہ نے میاں بیوی میں توازن برقرار رکھنے کے لیے دونوں کو آپس میں حسنِ معاشرت کا حکم دیا ہے، ظاہر ہے کہ اگر اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ خوشیوں بھری زندگی گذارنی ہو، تو زندگی کے نشیب وفراز، دکھ سکھ میں بھی ایثار اور چشم پوشی سے کام لینا ہوگا جو کہ شریعت میں مطلوب ہے۔

ان ہی حالات اور ضروریات زمانہ کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے بیوی کے

علاج کے اخراجات کو نفقے میں شامل کر دیا ہے۔

''مجموعہ قوانین اسلامی''، جس کو ہندوستان کے عظیم متفقہ پلیٹ فارم ''مسلم پرسنل لا بورڈ'' کی سرپرستی میں اکابر علماء سے تیار کرایا گیا ہے، جس میں مسلمانوں کے عائلی مسائل کو دفعہ وار مرتب کرایا گیا ہے؛ تاکہ ہمارے ملک میں عدالتوں کو مسلمانوں کے عائلی مسائل کی طرف رجوع کرنا پڑے، تو اس کی طرف رجوع کریں، اسی کے موافق فیصلہ بھی کریں، اس کتاب میں بیوی کے علاج ومعالجے کو نفقے میں بلا شرط شامل کیا گیا ہے۔

چناں چہ اس کتاب میں مذکور ہے:

ولادت کے موقع پر آنے والے اخراجات، نیز بیوی کی بیماری کے دیگر اخراجات کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، دفعہ: ۱۷۳، صف: ۱۳۱)

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ نے علاج کے اخراجات کو ''نفقہ'' کی شرعی تعریف ہی سے مستنبط کرتے ہوئے لکھا ہے:

زندگی کے بقاء کے لیے جو چیزیں ضروری ہوں، وہ سب نفقے میں داخل ہیں۔

(النَّفَقَةِ هِيَ لُغَةً: مَا يُنْفِقُهُ الْإِنْسَانُ عَلَى عِيَالِهِ.) وَفِي الشَّرْعِ: الْإِدْرَارُ عَلَى شَيْءٍ بِمَا فِيهِ بَقَاؤُهُ. كَذَا فِي الْفَتْحِ.

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب النفقہ ۵/ ۲۲۲)

انسان کے بقاء کے لیے کھانے پینے سے زیادہ بڑی ضرورت علاج ہے، اس لیے علاج بھی نفقے میں داخل ہے، شوہر پر واجب ہے کہ وہ اسے پورا کرے، خاص طور سے جو اخراجات ولادت کے سلسلے میں ہوں، خواہ حمل ساقط ہی کیوں نہ ہو جائے فقہاء نے صراحت کی ہے کہ وہ شوہر پر واجب ہے۔

لان نفع القابلة معظمه یعود الی الولد، فیکون علی ابیه.

(رد المحتار، کتاب النکاح، باب النفقہ ۵/ ۲۲۲)

معروف محقق وفقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

مجھ پر یہ بات عیاں ہوئی کہ ماضی میں علاج بنیادی ضرورت نہیں تھا، لوگوں کو عام طور سے علاج کی ضرورت نہیں پڑتی تھی؛ کیوں کہ وہ صحت اور پرہیز کے بارے میں بہت محتاط رہتے تھے، فقہائے کرام بیمار بیوی کے علاج کا خرچ اپنے زمانے کے حالات اور عرف کے اعتبار سے بیان کیا ہے، موجودہ زمانے میں (امراض کی کثرت کی بنا پر) کھانے پینے کی طرح؛ بلکہ علاوج ودوا؛ کھانے پینے سے زیادہ اہم اور بینادی ضرورت بن گئی ہے، اس صورت حال میں میرے نزدیک جس طرح شوہر پر بیوی کے دیگر اخراجات لازم ہیں، اسی طرح علاج ومعالجے کا خرچ بھی لازم ہے، کیا یہ بات بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کہلائے گی کہ شوہر صحت کی حالت میں اپنی بیوی سے فائدہ اٹھائے، بیماری کے حالت میں اس کے ماں باپ کے پاس بھیج دے؟

(الفقہ الاسلامی وادلتہ، الاحوال الشخصیۃ، حقوق الاولاد، الفصل الخامس: النفقات، نفقات العلاج ۸/۵۰۷)

(۳) بیویوں کے درمیان عدل وانصاف

ایک سے زیادہ بیویاں ہوں، تو ان سب کے درمیان حسنِ معاشرت، نفقہ اور شب گذاری کی ترتیب وباری وغیرہ میں عدل وانصاف اور مساوات وبرابری کا برتاؤ کرنا ضروری ہے۔

اسلام سے پہلے بھی ایک مرد کے لیے متعدد بیبیاں رکھنا دنیا کے تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا، عرب، ہندوستان، ایران مصر وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں تعددا زواج کا رواج بغیر کسی تحدید کے رائج تھا، کسی بھی مذہب میں تعددِ ازواج میں تحدید نہیں تھی، قرآن نے عام معاشرے کے اس ظلم عظیم پر روک لگا کر صرف چار تک کی اجازت دی، نیز ایک سے زائد بیویاں نکاح میں ہونے کی صورت میں عدل ومساوات کا تاکیدی حکم دیا اور اس کی خلاف ورزی کی صورت میں شدید وعید سنائی ہے۔

خلاصہء کلام یہ ہے کہ اسلام نے بھی بعض حالات مثلا بیوی بانجھ یا دائم المرض

ہے، یا بیوہ عورتوں کی کفالت ودست گیری مقصود ہو، یا کسی اور وجہ سے شوہر ایک سے زاید نکاح کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لیے اجازت ہے؛ البتہ مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

(۱) اسلام نے ایک سے زاید نکاح کی اجازت دی ہے، ترغیب نہیں، جائز قرار دیا ہے نہ کہ مستحب۔

اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں غزوات کی وجہ سے بیواؤں اور یتیموں کی کثرت کی بنا پر صحابہ کی بڑی تعداد ایک سے زیادہ بیویاں رکھتی تھی؛ لیکن فقہائے اسلام نے اس بات کو بہتر قرار دیا ہے کہ ایک ہی بیوی پر اکتفاء کیا جائے۔

چناں چہ علامہ برہان الدین مرغینانیؒ فرماتے ہیں:

کسی شخص کی ایک بیوی ہو اور شوہر اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے، اگر اس کو اندیشہ ہو کہ دونوں کے درمیان عدل نہیں کر سکے گا، تو اس کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں، اگر یقین ہو کہ وہ ان کے درمیان عدل کر سکے گا، تو اس کے لیے دوسرا نکاح کرنے کی گنجائش ہے؛ البتہ اس صورت میں بھی نکاح نہ کرے، تو وہ اجر کا مستحق ہوگا، اس لیے کہ وہ اپنی بیوی کو رنج وغم اور ذہنی پریشانی پہنچانے سے باز رہا۔

نیز کوئی عورت کسی ایسے مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہو جس کے نکاح میں پہلے سے کوئی عورت ہے، تو اس عورت کا اس مرد سے نکاح کرنا جائز ہے، اگر وہ عورت اس مرد کی پہلی بیوی کا لحاظ کرتے ہوئے اس مرد سے نکاح نہ کرے، تو وہ اجر کی مستحق ہوگی۔

(مسلم پرسنل لا اور بعض غلط فہمیاں: ۳۰ بحوالہ مختارات النوازل)

(۲) ایک سے زاید نکاح کی اجازت عدل کی شرط پر دی گئی ہے، یعنی جو شخص ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان حقوق کی ادائیگی اور سلوک وبرتاؤ میں برابری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اسی کے لیے اجازت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً. (النساء: ۳)

اگر اندیشہ ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے، تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرو۔

جو شخص بیویوں کے درمیان عدل نہ کرے، اس کے لیے بڑی وعید آئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ، فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَشِقُّهُ سَاقِطٌ.

(رواہ الحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ، وقال ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ووافقہ الذھبی، کتاب النکاح، حدیث سالم: ۲۷۵۹)

اگر کسی آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور ان کے درمیان عدل نہ کرے، تو وہ قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ ایک پہلو جھکا ہوا (مفلوج) ہوگا۔

(۳) ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویوں سے نکاح کی گنجائش نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (النساء: ۳)

جو عورتیں تمھیں پسند ہوں، ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر سکتے ہو، اگر اندیشہ ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے، تو پھر ایک ہی پر اکتفاء کرو۔

(۴) حسنِ معاشرت

زندگی کے تمام گوشوں میں ایک دوسرے کے جذبات، ضروریات اور مزاج ومذاق کی رعایت اور باہم عفو ودرگزر اور چشم پوشی سے کام لے، ازدواجی زندگی کی خوش گواری کا اصل راز یہی ہے اور شوہر وبیوی دونوں سے مطلوب ہے؛ لیکن عورت اپنی فطری نزاکت، ذکاوتِ حس کی وجہ سے جذباتی ہوتی ہے، اس لیے وہ عفو ودرگزر اور حسن سلوک کی زیادہ حق دار ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (النساء: ۱۹)

بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ.

(رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃ، ابواب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی الزوج: ۱۱۶۲)

کامل ایمان والا شخص وہ ہے جو اچھے اخلاق وکردار کا حامل ہو،تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو۔

آدمی باہر کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، اس لیے کہ اس کی نوبت کم پیش آتی ہے اور اس کے لیے آسان بھی ہوتا ہے؛لیکن گھر والوں کے ساتھ صبح وشام زندگی گذارتے ہوئے ان کی غلطیوں، نزاکتوں کو صرفِ نظر اور برداشت کرتے ہوئے حسن سلوک کرنا یہ کمال اور حسنِ اخلاق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسنِ معاشرت کی تاکید کرتے ہوئے ان کے فطری مزاج کو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا.

(رواہ بخاری عن ابی ھریرۃؓ، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء۔:۵۱۸۶)

عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت قبول کرو، عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہے، اگر تم اس کو ٹھیک کرنا چاہو، تو اس کو توڑ دو گے، اگر تم چھوڑ دو تو وہ ٹیڑھی ہی رہیں گی، لہٰذا عورتوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت قبول کرو۔ (مستفاد از قاموس الفقہ ۴/ ۱۱۳)

ازواج مطہرات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت

آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت پیار ومحبت کرتے تھے اور حضراتِ ازواج مطہرات سے دل لگی کی باتیں کرتے اور ایک ساتھ اور ایک برتن میں ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

میں ناپاکی کے زمانے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھاتی پیتی تھی، میں پانی پیتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برتن کے ٹھیک اس حصے کی جانب سے پانی پیتے جہاں سے میں نے پیا ہے، میں کوئی ہڈی چوستی، تو آپ علیہ السلام اسی ہڈی کو چوستے۔
(رواہ مسلم عن عائشہؓ، کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجیلها وسورها الخ: ۳۰۰)

ایک مرتبہ عید کا دن تھا، حبشی نوجوان عید کی خوشی میں مسجد (کے صحن) میں نیزے اور ڈھال سے کھیل رہے تھے، آپ علیہ السلام نے حضرت عائشہ سےؓ فرمایا: عائشہ یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، یارسول اللہ! پھر آپ علیہ السلام آگے کھڑے ہوگئے، حضرت عائشہؓ چھپ کر پیچھے کھڑی ہوگئیں اور اپنی تھوڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر رکھ کر کھیل دیکھنے لگیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے بار بار دریافت فرماتے کہ عائشہ ابھی دل نہیں بھرا؟ ابھی دل نہیں بھرا میں کہتی: یارسول اللہ! اور دیکھنا چاہتی ہوں، آپ علیہ السلام اسی طرح کھڑے رہے؛ یہاں تک میں خود بیزار ہوگئی، حضرت عائشہؓ فرتی ہیں: میں مزید دیکھنے کی خواہش اس لیے کررہی تھی؛ تاکہ اندازہ لگاؤں کہ آپ کے

دل میں میری کتنی محبت ہے؟۔ (بخاری کتاب النکاح، باب نظر المرأۃ الی الحبشۃ: ۵۲۳۶)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: عائشہ کب تم مجھ سے خوش رہتی ہو اور کب روٹھی رہتی ہو، میں پہچان لیتا ہوں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو، تو کہتی ہو: محمد کے رب کی قسم، جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو، تو کہتی ہو، ابراہیم کے رب کی قسم، میں نے عرض کیا، بات صحیح ہے؛ لیکن میں صرف آپ کا نام نہیں لیتی ورنہ تو میرا دل آپ کی محبت وعظمت سے بھرا رہتا ہے۔

(بخاری، کتاب النکاح غیرۃ النساء: ۵۲۲۸، مسلم فضل عائشہؓ: ۲۴۳۹)

(۵) حقِ میراث

بیوی شوہر کے مال کی وارث ہوتی ہے۔

شوہر نے بیوہ کے علاوہ اپنی اولاد چھوڑی ہے، تو بیوہ کو آٹھواں حصہ (۱/۸) ملے گا۔

اگر شوہر کی اولاد نہیں ہے، تو بیوہ کو چوتھائی حصہ (۱/۴) ملے گا۔

(مستفاد از قاموس الفقہ ۴/ ۱۱۳)

❁--❁--❁

خوش گوار ازدواجی زندگی کے اصول

- بیوی کو نظر انداز کرنا
- طلاق کی دھمکی
- بے عزت کرنا
- بیوی کے لیے وقت نہ نکالنا
- بیوی کے لیے پابندی اور اپنے لیے آزادی
- بیوی کے رشتہ داروں سے بے اعتنائی

خوش گوارازدواجی زندگی کے سنہرے اصول

نکاح کا مقصد میاں بیوی کا پرسکون عزت وعفت کی زندگی گذارنا ہے، پرسکون زندگی گذارنے کے لیے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی اور ایک دوسرے کے ساتھ اخلاقی فرائض کا مظاہرہ بھی ضروری ہے۔

بعض خاوند اکثر وبیشتر نامناسب رویہ اور نامناسب حرکتیں اختیار کرتے ہیں جن کی وجہ سے عورتیں شوہروں سے بیزار، مایوس اور پریشان رہتی ہیں اور میاں بیوی دونوں کا سکون برباد ہوجاتا ہے۔

مشائخ نے اخلاقی فرائض کو بیان کیا ہے جن میں سے بعض اہم اخلاقی فرائض یا شوہروں کی بعض خطرناک غلطیاں جن کا خیال نہ رکھنے سے گھر اجڑتے ہیں انہیں ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے۔

(۱) بیوی کو نظرانداز کرنا

بیوی شوہر کی ہر اعتبار سے خدمت کرتی ہے اور شوہر کو خوش کرنے کی کوشش کرتی ہے، بیوی کی خواہش ہوتی ہے کہ شوہر میری تعریف کرے، اگر شوہر بیوی کی تعریف اور اس کی حوصلہ افزائی کرے، تو بیوی خوش ہوگی اور شوہر کو خوش رکھے گی، اس لیے بیوی کی اچھائیوں پر اس کی حوصلہ افزائی اور تعریفی کلمات کہنے چاہئیں۔

بعض مرد حضرات دیگر رشتہ دار، دوست واحباب سے خوشی ومحبت سے بات کرتے ہیں، ان کی باتوں کی طرف توجہ دیتے ہیں؛ لیکن گھر میں بیوی کے ساتھ پیار ومحبت اور خوشی کی بات نہیں کرتے، یا بیوی کی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے، ایسی صورت

میں بیوی کو سکون کیسے حاصل ہوگا؟

(۲) طلاق کی دھمکی

بعض مرد حضرات چھوٹی چھوٹی بات پر بیوی کو طلاق کی دھمکی دیتے ہیں، جس عورت کے سر پر ہر وقت طلاق کی تلوار لٹک رہی ہو، اس کو کبھی بھی شوہر سے اطمینان نہیں رہتا، پتہ نہیں یہ کس وقت مجھے طلاق دے دے اور الگ کر دے، اگر اس کی نوبت آئی، تو میں کیا کروں؟ اس طرح کی الجھنوں سے دوچار ہوگی، فسادات، لڑائی اور جھگڑوں کی نوبت آتی رہتی ہے۔

بعض خاوند ہر وقت بیوی سے کہتے ہیں: تم خوب صورت نہیں ہو، خدمت گزار نہیں ہو، وغیرہ، لہٰذا کسی دوسری عورت سے نکاح کروں گا، شریعت نے مرد کو ایک سے زائد بیوی رکھنے کی اجازت دی ہے، جب بیوی شوہر کے تمام تقاضے پورے کر رہی ہے، تو دوسری شادی کی دھمکی دے کر بیوی کو پریشان کرنے اور خود پریشان ہونے کی ضرورت کیا ہے؟

(۳) بےعزت کرنا

بیوی شوہر کے خاطر گھر بار چھوڑ کر آئی ہے، اب جہاں آئی ہے، وہاں اس کو اپنی جان، عزت اور ایمان کا تحفظ چاہئے، اگر شوہر بیوی کو ایسی جگہ رکھے جہاں وہ عدم تحفظ کا شکار ہو اور اس کی عزتِ نفس محفوظ نہ ہو، تو گھر کبھی آباد نہیں ہوگا۔

بیوی سے غلطی ہو جائے، تو تنہائی میں اس کو نصیحت کرنا چاہئے، بیوی اس کو برا نہیں سمجھے گی؛ لیکن لوگوں کے سامنے اس کی تنبیہ کی جائے، برا بھلا کہا جائے، تو اس کی عزتِ نفس مجروح اور اس کی بےعزتی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کا دل زخمی ہوتا ہے اور اس کے دل میں شوہر کا وقار اور عظمت کم ہو جاتی ہے کہ میرے شوہر لوگوں کے سامنے بالکل میرا لحاظ نہیں کرتے، تو میں دیگر امور میں ان کا لحاظ کیوں کروں؟

(۴) بیوی کے لیے وقت نہ نکالنا

بیوی شوہر کی توجہ چاہتی ہے، بیوی چاہتی ہے کہ شوہر بیوی کے لیے وقت فارغ کرے ،اس کی ضروریات اورحالات معلوم کرے اوراس کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھے۔

مرد حضرات دن بھر مختلف کاموں میں مصروف ہوتے ہیں، بیوی چاہتی ہے کہ جب شوہر گھر آئے ،تو وہ بیوی کے ساتھ وقت گذارے ،اگر شوہر دن بھر باہر کے کاموں میں مشغول رہے اور گھر پہنچ کر آرام یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہوجائے، تو گھر میں نہ عورت کو خوشی ہوگی، نہ شوہر خوش رہ سکتا ہے۔

بیوی کا شرعی حق ہے کہ اس کے لیے وقت فارغ کیا جائے ،بعض لوگ دوستوں کی محفل سجاتے ہیں،فرصت کے اوقات دوستوں کے ساتھ گذارتے ہیں، گھر آئیں، تو والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ گفتگو میں لگ جاتے ہیں؛ حالاں کہ بیوی شوہر کی فرصت کے انتظار میں رہتی ہے اور وہ اس کے لیے وقت فارغ نہیں کرتا، اس کی خوشی وغم اور دیگر حالات دریافت نہیں کرتا ،جس کی وجہ سے بیوی تنگ دل ہوجاتی ہے، وہ بھی بے رخی کا اظہار شروع کردیتی ہے، اس طرح میاں بیوی کا سکون برباد ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

(۵) بیوی کے لیے پابندی اوراپنے لیے آزادی

گھر میں جب کوئی اصول بنائے ،تو اس پر شوہر اور بیوی دونوں کو عمل کرنا چاہئے ،شوہر اپنے لیے لباس، خوراک ،راحت وآرام جیسے پسند کرتا ہے، ویسے ہی اپنی بیوی کے لیے بھی پسند کرے اور فراہم کرنے کی کوشش کرے ، یہ تو ہر مسلمان بھائی کا حق ہے، بیوی تو رفیقہء حیات ہے، وہ اس کی زیادہ مستحق ہے۔

بعض مرد عورتوں کو پابند کرتے ہیں اور خود آزادی چاہتے ہیں، بیوی کو نصیحت کہ تم نیک بنو، نمازی بنو اور خود نماز کے لیے نہیں جاتے ،عورت کے لیے غیر محرم رشتہ دار

سے بات کرنے کی ممانعت؛ لیکن خود اپنی غیر محرم عورتوں سے بات چیت کرتے ہیں، اس بے اصولی سے گھر میں لڑائی جھگڑے ہوں گے، اصول دونوں کے لیے یکساں ہونے چاہئیں۔

(٦) بیوی کے رشتہ داروں سے بے اعتنائی

ہر عورت کو اپنے والدین، بھائی بہن اور دیگر رشتہ داروں سے خاندانی اور جذباتی تعلق ہوتا ہے، ان سے متعلق کوئی کڑوی کسیلی بات سننا گوارا نہیں کرتی، جب شوہر بیوی کے والدین، رشتہ داروں سے متعلق نفرت کی باتیں کرتا ہے، ان کی نکتہ چینی کرتا ہے، ان کو برا بھلا کہتا ہے، طعنہ دیتا ہے، تو بیوی اپنی مجبوری سے خاموش ہوجاتی ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے بیوی کی دل شکنی ہوتی ہے اور شوہر کی نفرت دل میں پیدا ہوتی ہے، پھر یہ نفرت تنا آور درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

❁--❁--❁

نیک بیوی کی چار صفات

- حسنِ سیرت
- اطاعت
- حفاظت
- معاونت

نیک بیوی کی چار صفات

ازدواجی زندگی کو خوش گوار اور پر سکون بنانے کے لیے بیوی کا کردار اہم ہوتا ہے، اس لیے بیوی کے لیے اُن صفات کو اپنانا نہایت ضروری ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بطور نمونہ بیان فرمایا ہے، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ؟ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ.

(رواہ ابوداؤد عن ابن عباس، کتاب الزکوۃ، باب فی حقوق الاموال: ۱۶۶۴)

سنو! دنیا کا بہترین خزانہ نیک بیوی ہے، جب شوہر اس کو دیکھے، تو وہ اس کو خوش کردے، جب اس کو کوئی حکم دے، تو اس کی اطاعت کرے اور جب وہ گھر سے باہر ہو، تو اس کی حفاظت کرے۔

(۱) حسنِ سیرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ.

بیوی ایسی ہو کہ اس کو دیکھنے سے دل خوش ہو جائے۔

خوب صورت بیوی کو دیکھنے سے آنکھیں خوش ہوتی ہیں، خوب سیرت بیوی کو دیکھنے سے دل خوش ہوتا ہے، کتنے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی بیویاں چاند کا ٹکڑا ہوتی ہیں؛ لیکن ضدی اور جھگڑالو ہوتی ہیں، شوہر اُن کی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتا، لہٰذا اپنے کردار، اخلاق، خدمت و وفاداری، حسنِ سلوک کے ذریعے شوہر کے دل کو جیتنے کی فکر کرے اور اپنے اخلاق و کردار سے شوہر کے دل پر حکومت کرے، اپنے

آپ کو، بچوں کو اور گھر کو صاف ستھرا اور گھر کی چیزوں کو سلیقے سے رکھے۔

گھر میں شوہر آئے، تو مسکراہٹ سے استقبال کرے، روانہ کرے، تو دعاؤں سے الوداع کرے، موقع کی مناسبت اور شوہر کی طبیعت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی ضروریات اور مشکلات سنائے، پست آواز سے بات چیت کی عادت بنائے، شوہر کے رشتہ دار و متعلقین کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے، کوئی کام ایسا نہ کرے جس سے شوہر کی نگاہ میں گر جائے، یا بے وقعت اور بے وفا ثابت ہو جائے۔

(۲) اطاعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ.

بیوی شوہر کی اطاعت کرنے والی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کو قوام بنایا ہے، دنیا میں چھوٹے چھوٹے امور کو انجام دینے کے لیے ذمہ دار بنائے جاتے ہیں، شریعت نے گھر کا نظام سنبھالنے کے لیے شوہر کو ذمہ دار بنایا ہے، عورت کو امیر بنایا جاتا، تو باہر کی ذمہ داریوں کو سنبھالنا مشکل ہوتا، نیز عورت کے مزاج میں نرمی اور جلد بازی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کے فیصلے دور اندیشی پر مبنی نہیں ہوتے ہیں۔

لہٰذا جب اللہ نے گھر کا امیر مرد کو بنا دیا ہے، تو عورت کو چاہئے کہ اس کی اطاعت کرے، اس کے فیصلوں کو قبول کرے، تمام شرعی، جائز ومباح امور اور شوہر کے حقوق کے سلسلے میں شوہر کی اطاعت کرے؛ البتہ خلافِ شرع امور میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے، بیوی اپنے شوہر کی بات ماننے والی ہو، شوہر کی بات ماننے کا جذبہ ہو، یہ سمجھے کہ شوہر کی بات ماننے ہی میں میری سعادت اور میرے لیے برکت ہے، جو عورت خاوند کی بات مان لیتی ہے، خاوند اس کی بڑی بڑی غلطیاں معاف کر دیا کرتا ہے۔

اللہ والوں نے فرمایا:

بیوی اگر کوئی بات زبردستی منوا بھی لے، تو اس میں برکت نہیں ہوتی ہے، لہذا عورت کو چاہیے اگر چہ وہ اپنی ذہانت، عقل مندی، بصیرت وغیرہ کے اعتبار سے شوہر سے فائق ہو؛ لیکن شوہر کے سامنے اپنی بات پیش کرے اور شوہر کو مطمئن کرے اور خوش کرے؛ تا کہ امور خانہ داری میں برکت ہو، زندگی میں سکون واطمینان ہو۔

(۳) حفاظت

جب شوہر گھر سے باہر ہو، تو اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرے، مرد عورت کی ہر غلطی معاف کرسکتا ہے؛ لیکن کردار کی غلطی کو نظر انداز نہیں کرسکتا، اپنے بچوں اور گھر بار کی حفاظت کرے، بچوں کی بہترین تربیت کرے، مال، اخلاق اور کرادو غیرہ سے متعلق کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے خاوند کے دل میں شک یا بیوی پر بے اعتمادی پیدا ہو، شوہر کے دل میں اگر جھوٹ بولنے، روپیہ یا راز چھپانے، گھر کی باتوں کو دوسروں کو سنانے وغیرہ کا شک پیدا ہو گیا، تو شوہر کے دل سے محبت رخصت ہوجائے گی۔

بلاضرورتِ شدیدہ غیر محارم سے ہرگز بات نہ کرے، اگر ضرورت پیش ہی آجائے، تو سخت لہجے میں بات کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ. (الاحزاب:۳۲)

غیر محارم سے بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرو۔

(۴) معاونت

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں:

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا:

لَوْ عَلِمْنَا أَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهُ؟

اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کونسا مال افضل ہے؟ تو ہم اس کو اختیار کریں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

فَقَالَ: أَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ، وَقَلْبٌ شَاكِرٌ، وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِينُهُ عَلَى إِيمَانِهِ؟

(رواہ احمد والترمذی عن ثوبان، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ التوبۃ: ۳۰۹۴)

بہترین مال: ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور نیک بیوی ہے جو دینی امور میں شوہر کا تعاون کرنے والی ہو۔

شوہر دینی وضع قطع کا پابندر ہنا چاہتا ہے، دینی کاموں میں وقت اور مال خرچ کرنا چاہتا ہے، رشتہ داراور مہمانوں کا اکرام کرنا چاہتا ہے، اولاد کی دینی تربیت کرنا چاہتا ہے، گھر کو تصویر اور ٹی وی سے پاک رکھنا چاہتا ہے، بچوں کو شرعی لباس پہنانا چاہتا ہے، تو ان تمام باتوں میں شوہر کا ساتھ دے اور ہر دینی کام میں شوہر کے شانہ بشانہ چلے؛ بلکہ دینی امور میں بیوی کو ایک قدم آگے رہنا چاہئے، کسی بھی اعتبار سے رکاوٹ نہ بنے؛ بلکہ شوہر کی معاون ومددگار رہنے۔ ان شاء اللہ۔ میاں بیوی دونوں کو اجر ملے گا، بچوں کی تعلیم وتربیت سے متعلق شوہر سے مشورہ کرتی رہے۔

خاوند کی پریشانی کے وقت اس کو تسلی دے، اس کی حوصلہ افزائی کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری مائیں حضرت خدیجہ، حضرت ام سلمہ وغیرہ آپ کی پریشانی کے وقت نہایت خوش اسلوبی اور عقل مندی سے تسلی دیا کرتی تھیں کہ آپ کو سکون واطمینان حاصل ہو جاتا تھا، مشکل آسان نظر آتی تھی۔

لہٰذا بیوی کو چاہئے کہ وہ شوہر کی غم خوار، وفادار اور خدمت گزار ہو جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں، آپ کو اللہ کا سلام آیا کرتا تھا۔

(مستفاد: ازازدواجی زندگی کے سنہرے اصول)

شوہر کا اپنے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک

- شوہر کا اپنے خسر کے ساتھ حسنِ سلوک
- نسبتی برادران کے ساتھ حسنِ سلوک
- نسبتی بہنوں کے ساتھ بر حسن سلوک
- سوتیلی اولاد کی کفالت و تربیت
- عام سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک
- بیوی کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک

سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے دو رشتہ داریاں بنائی ہیں: نسبی رشتہ، سسرالی رشتہ، ان دونوں رشتوں کے ذریعے انسان کو ایک طرح کا خاندانی حصار، قوت اور تعاون حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان دونوں رشتوں پر احسان جتلایا ہے۔ (الفرقان: ۵۴)

شریعت نے سسرالی رشتے کے تقدس وعظمت کی وجہ سے بیوی کی ماں اور ماں کی ماں اوپر تک اور بیوی کی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی نیچے تک مرد کے لیے اور شوہر کے والد، والد کے والد اوپر تک، شوہر کا بیٹا اور بیٹے کا بیٹا نیچے تک بیوی کے لیے حرام قرار دیا ہے۔

جس طرح نسبی رشتوں کا لحاظ کیا جاتا ہے، اسی طرح سسرالی رشتے کا بھی خیال رکھنا چاہئے، بطورِ خاص بیوی کے اہلِ خانہ خسر، خوش دامن صاحبہ اور نسبتی برادران ونسبتی بہنوں کے ساتھ اکرام اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرے، خوش دامن اور خسر اپنی لختِ جگر، نورِ نظر کو محبتوں وشفقتوں سے پال پوس کر بنا سنوار کر دلہن کی شکل میں داماد کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

داماد کا اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ بیوی کے والدین کی حسبِ استطاعت خدمت، اکرام، تعظیم اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ کرے، نہایت بے مروتی اور ناانصافی کی بات ہوگی کہ جو والدین اپنی لخت جگر کو داماد کے سپرد کرتے ہوئے اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا ہے، ان کے ساتھ تذلیل، تحقیر، بے مروتی اور بداخلاقی کا معاملہ کرے۔

بیوی کے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک درحقیقت بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک ہے، بیوی کے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے بیوی کے دل میں شوہر کی محبت اور عظمت پیدا ہوگی جو ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لیے نہایت مفید ومؤثر ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف بیوی کے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بے مروتی، طعنہ زنی اور بدسلوکی کا مظاہرہ کرنے سے بیوی کے دل میں شوہر سے متعلق کدورت ونفرت پیدا ہوتی ہے؛ چوں کہ عورت کو اپنے والدین اور خاندان کے ساتھ جذباتی تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے بیوی کا دل دُکھے گا اور وہ دل سے شوہر کی اطاعت وخدمت نہیں کر سکے گی اور شوہر کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گذار نہیں سکتی۔

شوہر کا اپنے خسر کے ساتھ حسنِ سلوک

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خسروں میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت حارث بن ضرار صحابہ میں سے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ رفیقِ غار ورفیق کوثر ہیں اور حضرت عمرؓ: فاروق وترجمان نبی ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرات شیخین ابوبکرؓ وعمرؓ کے باہمی تعلقات نہایت مثالی؛ بلکہ بے مثال ہیں، حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کے نزدیک مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ ہیں۔ (رواہ البخاری عن عمرو بن العاص، کتاب المناقب، باب فضل ابی بکر، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لوکنت متخذ اخلیلا: ۳۶۶۲)

حضرت ابوسفیان فتح مکہ تک مسلمانوں کے خلاف ہونے والی ہر جنگ میں پیش پیش رہے، فتحِ مکہ کے موقع پر سہمے ہوئے تھے؛ لیکن آپ علیہ السلام نے ان کے ساتھ نہایت اکرام واعزاز کا معاملہ فرمایا۔

حضرت حارث بن ضرارؓ کے ساتھ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا ہے جس کی تفصیل

آگے آرہی ہے۔

حضرت مسورؓ بن مخرمہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ جو آپ کے داماد تھے، ان کا تذکرہ فرماتے ہوئے تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا:

حَدَّثَنِي، فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي.

(بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ماجاء فی ذکر اصہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۳۱۱۰)

میں نے زینب کا نکاح ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ کیا، انہوں نے میرے ساتھ سچ کہا اور جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا۔

حضرت ابوالعاص غزوۂ بدر میں کفارِ مکہ کے ساتھ شامل ہو کر گرفتار ہوئے، آپ کی لڑکی حضرت زینبؓ نے اپنے قیدی کو چھڑانے کے لیے اپنا ہار جو اُن کو حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ملا تھا، روانہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو پہچان لیا اور مسلمانوں کو راضی کر کے وہ ہار حضرت زینبؓ کو واپس کر دیا اور حضرت ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ مکہ مکرمہ جا کر وہ حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کر دیں گے، چناں چہ انھوں نے اس وعدہ کو پورا کیا۔

یہ بیوی کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی شان دار مثال ہے کہ ابوالعاصؓ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا ہے؛ لیکن سسر سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا ہے، جس پر اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ

حضرت عثمان بن عفانؓ بھی آپ کے داماد تھے، آپ علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ سے یکے بعد دیگرے نکاح فرمایا، اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں، آپ علیہ السلام نے متعدد دفعہ حضرت عثمانؓ کا

ذکرِ خیر فرمایا، جب حضرت ام کلثومؓ کی وفات ہوگئی، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر تیسری بیٹی ہوتی، تو میں اس کو بھی حضرت عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔

(مجمع الزوائد، کتاب المناقب فی ما کان امرہ فی غزوۃ بدر: ۱۴۵۱۱)

مذکورہ باتوں سے حضرت عثمانؓ کی اخلاق کی بلندی و پاکیزگی، وفاداری اور گھر والوں کے ساتھ بہترین سلوک کا پتہ چلتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے اخلاق وکردار اور حسن سلوک سے متاثر ہوکر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر تیسری لڑکی ہوتی، تو اس کو بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا۔

امیر المؤمنینؓ حضرت علی بن ابی طالبؓ

حضرت علی بن ابی طالبؓ آپ کے چچازاد بھائی، آپ علیہ السلام کے تربیت یافتہ اور آپ کے داماد ہیں، آپ علیہ السلام کی سب سے چہیتی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا، غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں، دوسرے دن آپ علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر کی فتح آپ کے ہاتھ پر ہوئی۔

جب حضرت فاطمہؓ نے گھر کے کام کاج کی مشقت کی شکایت کی، آپ علیہ السلام گھر تشریف لے آئے جب کہ حضرت علیؓ وفاطمہؓ اپنے بستر پر لیٹ چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسی حال میں رہو، چناں چہ آپ علیہ السلام دونوں کے درمیان بیٹھ گئے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں: آپ علیہ السلام کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے محسوس کی، اس طرح کے بے شمار واقعات کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کو حضرت علیؓ سے کس قدر محبت واپنائیت تھی؟ حضرت علیؓ کی وفاداری، آپ کے اخلاق وعادات پر آپ علیہ السلام کو کس قدر اعتماد واطمینان حاصل تھا؟

نسبتی برادران کے ساتھ حسنِ سلوک

ام المؤمنین ام حبیبہؓ کے بھائی حضرت امیر معاویہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبینِ وحی کی جماعت میں شامل فرمایا۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاویہؓ کو سواری پر بٹھا کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے، آپ علیہ السلام نے پوچھا: معاویہ! مجھ سے تمہارے جسم کا کونسا حصہ لگا ہوا ہے؟ حضرت معاویہؓ نے عرض کیا: میرا پیٹ، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ معاویہؓ کے پیٹ کو علم سے بھر دے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۶۲)

ایک مرتبہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ سے مشورہ کیا، پھر فرمایا: معاویہؓ کو بلاؤ اور فرمایا: معاویہؓ کو اپنے مشورے میں شامل رکھو کہ وہ قوی اور امانت دار ہیں۔ (امانت داری کے ساتھ صحیح رائے دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں)۔
(سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۶۲)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام چند صحابہ کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، کسی نے کہا: ہم ملک شام پر کیسے قبضہ حاصل کر سکتے ہیں؟ اس لیے کہ وہ رومی قوم ہیں، آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حضرت معاویہؓ کے کندھے پر رکھا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ معاویہ کے ذریعے تمہاری کفایت فرمائیں گے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۶۳)

آپ علیہ السلام نے حضرت معاویہؓ کے لیے بطورِ خاص دعا فرمائی ہے:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ.

(رواہ الترمذی عن عبد الرحمن بن ابی عمیرۃ، ابواب المناقب، باب مناقب معاویۃ: ۳۸۴۲)

اے اللہ معاویہ کو دینی رہبر بنا، ہدایت یافتہ بنا اور لوگوں کے لیے ان کو ہدایت کا ذریعہ بنا۔

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نسبتی برادر کے ساتھ نہایت شفقت وعنایت

کا معاملہ کرنے میں جہاں آپ کے حسنِ اخلاق اور حضرت معاویہؓ کی صالحیت وصلاحیت کا دخل ہے، وہیں ایک پہلو نسبتی برادران کے ساتھ حسنِ سلوک کی عمدہ مثال اور تعلیم بھی ہے۔

نسبتی بہنوں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی بہن حضرت ہالہؓ بنت خویلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، جب آپ نے ہالہ بنت خویلدؓ کی آواز سنی، تو ان کو پہچان گئے

فَارْتَاعَ لِذَلِكَ. (ای تغیر وجہہ حزنا اوسرورا)

اور آپ کا چہرہ (حضرت خدیجہؓ کی یاد اور ان کی بہن کی ملاقات سے) جذباتی ہوگیا۔ (رواہ البخاری عن عائشہؓ، کتاب المناقب، باب فی تزویج خدیجۃ: ۳۸۲۱)

حضرت خدیجہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی اہلیہ ہیں اور آپ کی زندگی ہی میں ان کی وفات ہوگئی۔

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی نسبتی بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ برقرار رکھا ہے۔

امہات المؤمنین میں حضرت زینب بنت جحشؓ بھی ہیں، اس مناسبت سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر آپ کی نسبتی بہنیں ام حبیبہ بنت جحش اور حمنہ بنت جحش بکثرت آتی تھیں اور مسائل بھی معلوم کرتی تھیں، چناں چہ استحاضہ کی روایات کتبِ حدیث میں آپ کی نسبتی بہنوں ہی سے مروی ہیں۔

سوتیلی اولاد کی کفالت وتربیت

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے نکاح فرمایا، حضرت امِ سلمہؓ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے (عمرو بن ابی سلمہ، زینب) تھے، آپ نے ان

بچوں کی پرورش فرمائی اور ان کی تربیت فرمائی، یہ بھی سسرالی رشتہ دار ہیں، چناں چہ احادیث میں ان بچوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیتی واقعات بکثرت موجود ہیں۔

حضرت انسؓ کی والدہ سے حضرت ابوطلحہؓ نے نکاح فرمایا، حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے سوتیلے لڑکے کی تربیت کا انتظام کیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

أَخَذَ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِي، فَانْطَلَقَ بِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدُمْكَ، قَالَ: »فَخَدَمْتُهُ فِي السَّفَرِ وَالحَضَرِ.

(بخاری، کتاب الوصایا، باب استخدام الیتیم اذا کان صلاحا لہ ونظر الام وزوجہا: ۲۷۶۸)

حضرت ابوطلحہؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! انس چالاک لڑکا ہے، وہ آپ کی خدمت کرے گا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفر وحضر میں خدمت کی۔

عام سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ کہ قبیلہ بنو المصطلق کے سردار حارث بن ضرار مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے اور اچانک حملہ کیا، مسلمانوں کو کامیابی ملی، مالِ غنیمت خوب ہاتھ آیا اور کئی لوگ گرفتار ہو کر مسلمانوں میں غلام باندیاں بنا کر تقسیم کئے گئے، ان غلام باندیوں میں قبیلے کے سردار حارث بن ضرار کی لڑکی حضرت جویریہؓ بھی باندی بن کر حضرت ثابتؓ بن قیس کے حصے میں آئیں۔

حضرت جویریہؓ نے حضرت ثابت بن قیسؓ سے کتابت کا معاملہ کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدد کے لیے حاضر ہوئیں اور مدد کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ تمہاری طرف سے بدلِ کتابت ادا کردوں

اورتم سے نکاح کرلوں؟ حضرت جویریہؓ راضی ہوگئیں، چناں چہ آپ نے انہیں آزاد فرما کر نکاح فرمالیا، جب لوگوں کو خبر ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہؓ سے نکاح فرمالیا ہے، تو تمام مسلمان جن کی ملکیت میں بنوالمصطلق کے افراد غلام یا باندی بنے ہوئے تھے، ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرالی رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے آزاد کردیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا، أُعْتِقَ فِي سَبَبِهَا مِائَةُ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ.

(ابوداود، کتاب العتق، باب فی بیع المکاتب: ۳۹۳۱)

میں نے حضرت جویریہؓ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں زیادہ بابرکت نہیں دیکھا جس کی وجہ سے سو گھرانے آزاد ہوئے ہوں۔

حضرات صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عام سسرالی رشتہ داروں کی اتنی تعظیم کرتے تھے، تو خاص سسرالی رشتہ داروں کی کس قدر تعظیم کرتے ہوں گے؟ امت کا یہ حال ہے، تو نبی کی کیا شان ہوگی!

بیوی کی سہیلیوں کے ساتھ حسنِ سلوک

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح فرماتے اور گوشت کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں بنا کر حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بطور ہدیہ بھیجا کرتے۔

(بخاری کتاب المناقب، باب فی تزویج خدیجہؓ: ۳۸۱۸)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اہلیہ کی سہیلیوں کے ساتھ اس قدر حسنِ سلوک کا معاملہ کررہے ہیں، تو ذرا اندازہ لگائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلیہ کے اہل خانہ کے ساتھ کس قدر حسنِ سلوک کا معاملہ کیا ہوگا۔

یہ وہ باتیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں اور عمل کرنے والوں کے کافی ہیں۔

بیوی کا اپنے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ

- نندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ
- سوتیلی اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ
- شوہر کے متعلقین کے ساتھ برتاؤ
- سسرالی رشتہ داروں کی تعظیم

بیوی کا اپنے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ

لڑکی کو چاہئے کہ وہ اپنے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ خدمت، اکرام اور حسنِ سلوک کا معاملہ کرے، بطورِ خاص شوہر کے والدین اور شوہر کے بھائی بہنوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک شوہر ہی کے ساتھ حسن سلوک ہے، شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک رشتہ داروں کے دلوں میں عورت کی عزت، قدر و منزلت اور شوہر کے دل میں محبت کا سبب بنتا ہے، بطورِ خاص خسر و خوش دامن صاحبہ کی خدمت، تعظیم اور اکرام کا معاملہ کرے کہ انہوں نے ہی اس کو اپنی بہو بنایا ہے، وہ عمر، تجربات اور مرتبے میں بڑے ہونے کی وجہ سے قابلِ تعظیم ہیں۔

شوہر کے ذمہ والدین کی خدمت ہے؛ لیکن شوہر اپنی مشغولیات کی وجہ سے والدین کی خاطر خواہ خدمت نہیں کرسکتا، اگر بیوی شوہر کے والدین کی خدمت کرتی ہے، تو وہ شوہر کا تعاون کرنے والی ہے جس کی وجہ سے شوہر کے دل میں بیوی کی عظمت و محبت پیدا ہوتی ہے، گھریلو ماحول سازگار اور پر امن ہوگا، جس کی وجہ سے تمام گھر کے افراد خوش رہیں گے، نیز شوہر اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، تو بیوی کو ہرگز تنگ دل نہیں ہونا چاہئے، شوہر اپنے والدین یا دیگر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، ہم دردی، خیر خواہی، خدمت و اکرام کرے، تو بیوی اس کے لیے ہرگز رکاوٹ نہ بنے۔

نندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھ سے دریافت فرمایا: جابر! تمہاری شادی ہوگئی؟، میں نے عرض کیا، جی ہاں، یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: انبیاہی سے شادی کی، یا (ثیبہ) بیاہی سے؟ میں نے عرض کیا، بیاہی سے، آپ نے فرمایا:

هَلَّا جَارِيَةً تُلاَعِبُهَا وَتُلاَعِبُكَ، وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ

انبیاہی سے شادی کیوں نہیں کی؟ کہ تم ان سے کھیلتے، وہ تم سے کھیلتیں،

میں نے عرض کیا:

إِنَّ عَبْدَ اللهِ هَلَكَ، وَتَرَكَ بَنَاتٍ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَجِيئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ، فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً تَقُومُ عَلَيْهِنَّ وَتُصْلِحُهُنَّ، فَقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ.

(اخرجہ البخاری فی مواضع شتی، کتاب النفقات، باب عون المرأۃ زوجھا فی ولدہ: ۵۳۶۷)

میرے والد عبداللہ غزوۂ احد میں شہید ہوگئے، میری چھوٹی چھوٹی نو بہنیں ہیں، میں نے چاہا کہ ایسی عورت سے شادی کروں جو انہیں سنبھال سکے، ان کے سر میں کنگھا کرے، ان کی دیگر ضروریات کو پورا کرے اور انہیں سلیقہ وآداب سکھائے اور ان کی تربیت کرے، آپ نے ارشاد فرمایا:

بہت اچھا کیا، اللہ تعالیٰ تمہیں برکت نصیب فرمائے۔

شارحِ بخاری حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے شوہر اور شوہر کے متعلقین والدین، بھائی بہن سوتیلی اولاد کی خدمت کرے، اگرچہ ان کی خدمت اس پر شرعاً فرض نہیں ہے؛ لیکن زمانۂ نبوت میں عورتیں اپنے شوہر اور اس کے رشتہ داروں کی خدمت کیا کرتی تھیں اور یہ نیک وصالح عورتوں کی عادت ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے حضرت جابرؓ سے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا اور آپؐ کے لیے دعا دی۔

(فتح الباری، کتاب النکاح، باب تزویج الثیبات)

سوتیلی اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ

امہات المؤمنین حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

جب حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تیاری کا حکم دیا، چناں چہ ہم نے مکان لیپا، بستر لگایا، اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال دُھن کر تکیے بنائے، چھوہارے اور منقی سے کھانا تیار کرکے دعوت میں پیش کیا، ایک لکڑی مکان کے کنارے نصب کیا؛ تاکہ اس پر کپڑے اور پانی کا مشکیزہ وغیرہ لٹکا سکیں، فاطمہؓ کی شادی سے شان دار شادی ہم نے کسی کی نہیں دیکھی۔

(ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الولیمہ:۱۹۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھاوج (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی جعفر طیارؓ کی بیوہ) حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں:

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں موجود تھے، آپ نے گھر میں پرچھائی دیکھی اور فرمایا: کون؟ میں نے عرض کیا، اسماء، آپ نے پوچھا: اسماء بنت عمیس؟ میں نے عرض کیا: جی یا رسول اللہ! آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوئی ہوں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا: ہاں جب لڑکی کی رخصتی ہو، تو (کسی عمر دراز وتجربہ کار) عورت کو گھر میں رہنا چاہئے؛ تاکہ اس کو کوئی ضرورت پیش آئے، تو وہ اس کی ضرورت پوری کردیا کرے، پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے دعا دی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک میرا یہ عمل نہایت محبوب ثابت ہوا۔

(مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب فی تزویج فاطمہ بعلی:۱۵۲۱۶)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

حضرت فاطمہؓ مرض الوفات میں مبتلا ہوئیں، میں خود آپ کی تیمارداری کررہی

تھی ،ایک دن طبیعت میں افاقہ ہوا،حضرت علیؓ کسی ضرورت سے باہر چلے گئے ، فاطمہؓ نے کہا:امی میرے لیے نہانے کے لیے پانی کا انتظام کرو،میں نے نہانے کے لیے پانی کا انتظام کیا،پھر فاطمہؓ نے بہت اچھے طریقے سے غسل کیا جیسے زندگی میں وہ کیا کرتی تھیں ،پھر کہا:امی میرے لیے نئے کپڑے دے دو،میں نے دے دئے اور فاطمہؓ نے پہن لیا،پھر کہا:امی میرا بستر درمیانی گھر میں لگا دو،میں نے لگا دیا،پھر فاطمہؓ قبلہ رخ ہوکر لیٹ گئیں اوراپنے ہاتھوں کو رخسار کے نیچے رکھا،پھر کہا:امی اب میری روح قبض ہوجائے گی ،میں نے غسل کرلیا ہے اور کپڑے پہن لیے ہیں ،اب کوئی بھی شخص میرے کپڑے نہ نکالے،پھر فاطمہؓ کی روح قبض ہوگئی،جب حضرت علیؓ آئے ،تو میں نے آپؓ کو اطلاع دی۔

(مجمع الزوائد،کتاب المناقب،باب فی تزویجھا بعلی:۱۵۲۲۰)

امہات المؤمنین کی کوئی نند و ساس نہیں تھی ؛لیکن مذکورہ واقعات سے ساس ، نند اور دیگر سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ جب چھوٹوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اخلاقی فریضہ ہے ،ساس وسسر جو عمر و مرتبے میں بڑے ہوتے ہیں،عموماً ضعیف و بیمار بھی ہوتے ہیں اور اپنے شوہر پر ان کے حقوق زیادہ ہوتے ہیں،اس وجہ سے وہ خدمت کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں،لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ ساس وسسر کی خدمت کو اپنے ماں باپ کی خدمت سمجھیں،اس سے دعائیں بھی ملیں گی،اللہ بھی خوش ہوں گے اور شوہر کو بھی خوشی بھی ہوگی۔

شوہر کے متعلقین کے ساتھ اچھا برتاؤ

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

ایک مرتبہ اسامہ بن زیدؓ کی ناک میں رطوبت آگئی ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف کرنے کا ارادہ کیا،میں نے عرض کیا:

دَعْنِی حَتَّی أَكُونَ أَنَا الَّذِی أَفْعَلُ قَالَ:

یارسول اللہ! چھوڑ دیجئے اسامہ کی ناک میں صاف کروں گی، (چناں چہ حضرت عائشہؓ نے حضرت اسامہؓ کی ناک کی صفائی کی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا عَائِشَةُ أَحِبِّيهِ فَإِنِّي أُحِبُّهُ.

(رواہ الترمذی عن عائشہؓ، ابواب المناقب، مناقب اسامۃ: ۳۸۱۸)

اے عائشہ اسامہؓ سے محبت کرو؛ کیوں کہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔

حضرت اسامہؓ حضرت زید بن حارثہؓ کے لڑکے ہیں جو آپ کے پوتے کے درجے میں تھے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے حسنینؓ کے برابر محبت کرتے تھے ''حِبُّ رسول اللہ''۔رسول اللہ کے چہیتے۔کے لقب سے مشہور تھے، حضرت عائشہؓ نے گویا لے پالک پوتے کی ناک صاف کرتے ہوئے امت کی بیٹیوں کو بتایا کہ شوہر کے متعلقین کے چھوٹے بچوں کی بھی صفائی وستھرائی کی ضرورت پیش آئے، تو خندہ پیشانی سے کرنا چاہئے، یہ شوہر ہی کی خدمت ہے اور شوہر کے دل میں قدر و منزلت پیدا کرنے کا سبب و ذریعہ ہے۔

سسرالی رشتہ داروں کی تعظیم

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بہت سخی وفیاض تھیں، جو کچھ مال آپ کی خدمت میں آتا تھا، فوراً اس کو صدقہ وخیرات کر دیتی تھیں، اس صورتِ حال کو دیکھ کر آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا:

يَنْبَغِي أَنْ يُؤْخَذَ عَلَى يَدَيْهَا.

خرچ کرنے کے سلسلے میں خالہ پر پابندی لگانی چاہئے، حضرت عائشہؓ کو جب یہ خبر پہنچی، تو آپ سخت ناراض ہوگئیں اور فرمایا:

أَيُؤْخَذُ عَلَى يَدَيَّ.

کیا مجھ پر خرچ کرنے کے سلسلے میں پابندی لگائی جائے گی؟ پھر آپ نے حضرت

عبداللہ بن زبیرؓ سے بات چیت نہ کرنے کی قسم کھالی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خالہ کی ناراضگی اور قسم کی خبر ملی، توانھوں نے خالہ کو منانے کی بہت کوشش کی؛ لیکن حضرت عائشہؓ نے بالکل معاف نہیں کیا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بات چیت کرنا بندکردیا، بالآخرحضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے چند قریشی احباب اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ننہالی رشتہ داروں سے سفارش کرائی، تب جاکر حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بات چیت شروع فرمائی۔

(رواہ البخاری عن عروۃ بن الزبیر، کتاب المناقب:۳۵۰۵)

كَانَتْ أَرَقَّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ ،لِقَرَابَتِهِمْ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

(رواہ البخاری عن عروۃ بن الزبیر، کتاب المناقب:۳۵۰۳)

حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے ننہالی رشتہ داروں پر آپ ﷺ کی رشتہ داری کی وجہ سے بہت مہربان تھیں اور حضرت عائشہؓ نے قسم توڑنے کی وجہ سے چالیس غلاموں کو بطور کفارہ آزاد فرمایا۔

❁--❁--❁

طلاق
اسلامی نقطہ نظر

- طلاق ایک سخت ناپسندیدہ عمل
- طلاق ایک ناخوش گوار ضرورت
- طلاق مرد کا حق

طلاق

اسلامی نقطہء نظر

شریعت میں نکاح ایک قابلِ احترام اور مقدس رشتہ ہے، اسلام چاہتا ہے کہ جس مرد وعورت نے نکاح کی صورت میں ایک ساتھ زندگی بسر کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھی بن کر رہنے کا عہد کیا ہے، وہ اس پر ہمیشہ قائم رہیں اور معمولی باتوں اور چھوٹی چھوٹی الجھنوں میں الجھ کر اس رشتے کی مضبوط بنیادوں کو مسمار نہ کریں۔

قرآن مجید نے میاں بیوی کے رشتے کو ایک دوسرے کے لیے سکون کا ذریعہ اور ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا ہے، جس طرح لباس انسانی جسم کا سب سے بڑا اہم راز، تکلیف وآرام کا ساتھی اور محافظ ہوتا ہے، اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کے ہم راز اور ان کی آپسی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے والے اور ہر حال میں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں۔

اسلام میں نکاح کو بڑی عظمت حاصل ہے، اس لیے کہ نکاح عفت و پاک دامنی کا باعث ہے، دو اجنبی خاندان ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں اور ان کے درمیان محبت والفت پیدا ہوتی ہے۔

خدانخواستہ اگر یہ رشتہ ٹوٹتا ہے، تو اتنی ہی مضرتیں لاتا ہے، دو آدمیوں کی زندگی ویران ہو جاتی ہے، معصوم بچے باپ کی شفقت سے، یا ماں کی محبت سے محروم ہو جاتے ہیں اور ان کی تعلیم وتربیت صحیح طریقے سے نہیں ہو پاتی، دو خاندان جس قدر ایک دوسرے سے قریب ہوئے تھے، اب اتنا ہی دور ہو جاتے ہیں اور آپس میں سخت قسم کی نفرتیں اور کدورتیں پید ہو جاتی ہیں، اس لیے شریعت ابتداء ہی میں ایسے تمام

دروازے بند کرنے کی کوشش کرتی ہے جو بعد میں چل کر باہمی نفرت، اختلاف اور ایک دوسرے سے جدائی کا سبب بن سکتے ہیں۔

طلاق ایک سخت ناپسندیدہ عمل

طلاق ایک مقدس رشتۂ نکاح کو ختم کرنے کا نام ہے، اس لیے اسلام میں طلاق نہایت ناپسندیدہ عمل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ.

(سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی کراہیۃ الطلاق: ۲۱۷۸)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔

حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاوجہ طلاق دینے والوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَا تُطَلَّقُ النِّسَاءُ إِلَّا مِنْ رِيبَةٍ، إِنَّ اللّٰهَ - تَبَارَكَ وَتَعَالَى - لَا يُحِبُّ الذَّوَّاقِينَ، وَلَا الذَّوَّاقَاتِ.

(رواہ الہیثمی فی مجمع الزوائد، کتاب الطلاق، فی من یکثر الطلاق: ۷۷۶۱)

عورتوں کو اسی وقت طلاق دی جائے جب ان کا کردار اخلاقی اعتبار سے مشکوک ہو؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اُن مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتے جو محض ذائقہ چکھنے والے ہوں۔

طلاق ایک ناخوش گوار ضرورت

اس بات میں شبہ نہیں کہ بعض اوقات طلاق ایک ناخوش گوار ضرورت بن جاتی ہے، طلاق ایک تکلیف دہ چیز ہے؛ لیکن بعض دفعہ اس سے زیادہ تکلیف دہ باتوں کو روکنے کا ذریعہ بنتی ہے، اگر میاں بیوی کے درمیان تعلقات ناخوش گوار ہوں، ایک ساتھ نباہ دشوار ہوجائے، مرد اپنی عورت سے نجات پانا چاہتا ہو اور اس کے لیے قید

نکاح سے باہر آنے کا کوئی قانونی راستہ نہ رکھا جائے، تو وہ غیر قانونی راستہ اختیار کرے گا، اس میں عورت کا زیادہ نقصان ہوگا۔

بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں جن کی وجہ سے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گذارنا ممکن نہیں ہوتا، ایک دوسرے سے علاحدہ رہ کر زندگی بسر کرنے ہی میں دونوں کے لیے چین وسکون اور اطمینان کا سامان ہوتا ہے، ان حالات میں شریعت ایک ناپسندیدہ ضرورت سمجھ کر طلاق کی اجازت دیتی ہے۔

طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے؛ لیکن ازدواجی زندگی کا وہ قانون مکمل کہلانے کا مستحق نہیں جس میں رشتۂ نکاح کے بندھن کو کھولنے کی گنجائش نہ رکھی گئی ہو، میاں بیوی میں نفرتیں پیدا ہوجائیں اور بے سکونی کی زندگی گذارنے لگیں، نہ شوہر کے لیے بیوی سے علاحدہ ہوکر ذہنی سکون حاصل کرنے کا قانونی راستہ ہو، نہ عورت کے لیے شوہر کے ظلم وزیادتی سے نجات حاصل کرنے کی کوئی جائز صورت ہو، یہ یقیناً ایک غیر فطری بات ہے، ایسی بے کیف وتلخ زندگی گذارنے پر مجبور کرنا، جبر وظلم ہوگا، نیز ایسی تلخ زندگی دونوں کی صحت اور صلاحیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

آج کل ہندوسماج میں زیادہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بیویوں کو جلانے اور قتل کرنے کے جو واقعات پیش آرہے ہیں، وہ اسی کا نتیجہ ہیں؛ چوں کہ قانونی طور پر علاحدگی کو دشوار بنادیا گیا ہے، اس لیے بہت سے لوگ اس طرح کے غیر قانونی راستے اختیار کرتے ہیں، اسلام میں طلاق کی اجازت کا منشاء یہی ہے، اگرچہ یہ ناپسندیدہ فعل ہے؛ لیکن میاں بیوی کا ساتھ چلنا دشوار ہوجائے، تو اس قید سے آزاد ہونے کے لیے ایسا راستہ کھلا رکھا جائے کہ لوگ لاقانونیت پر مجبور نہ ہوں، نیز اس میں عورت کی زندگی اور اس کی عزت وآبرو کے لیے بھی تحفظ کی تدبیر ہے۔

طلاق مرد کا حق

قدرتی اعتبار سے عورتیں جذباتی ہوتی ہیں، یہ عورتوں کا عیب نہیں؛ بلکہ ان کا

حسن ہے، وفورِ جذبات کے بغیر بے پناہ محبت کرنے والی ماں، خوب پیار کرنے والی بیوی ثابت نہیں ہوسکتی، نیز عورتیں جذباتی ہونے کی وجہ سے جلد باز ہوتی ہیں، کسی بات سے جلد خوش بھی ہوجاتی ہیں اور جلد ناراض بھی، اس لیے خواتین کو اسلام یا کسی مہذب سماج میں طلاق کا حق نہیں دیا گیا ہے۔

مرد میں عورتوں کی بنسبت قوتِ فیصلہ زیادہ ہوتی ہے، نیز وہ عورتوں کی بنسبت کم جذباتی ہوتے ہیں، اس وجہ سے اسلام نے ان کو طلاق کا حق دیا ہے اور انہیں بے حد احتیاط کے ساتھ اس حق کو استعمال کرنے کی تلقین کی ہے۔

چناں چہ:

☆ بلاضرورت طلاق دینا شریعت میں سخت ناپسندیدہ ہے، دینی مزاج اور خوفِ خدا رکھنے والے اس ناپسندیدہ عمل سے بچنا چاہیں گے۔

☆ اسلام نے کسبِ معاش کی ذمہ داری مرد پر رکھی ہے، کسبِ معاش کے لیے وہ گھر سے باہر نکلتا ہے، مرد چاہتا ہے کہ بچوں کی نگرانی وتربیت کے لیے بیوی کا اعتماد حاصل ہو، لہٰذا وہ طلاق کے ذریعے اپنے گھر کو ویران کرنا نہیں چاہتا، اس وجہ سے وہ طلاق سے گھبراتا ہے۔

☆ طلاق کی بنا پر مرد کو مہر، عدت کا نفقہ، متعہ، لڑکے ہوں، تو سات سال کی عمر تک، لڑکیاں ہوں، تو بالغ ہونے تک ان کا خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے، یہ ساری مالی ذمہ داریاں مرد پر عائد ہوتی ہیں جو اسے طلاق کا قدم اٹھانے سے روکتی ہیں، اس وجہ سے مردوں کو طلاق کا حق دیا گیا ہے۔

ازدواجی الجھنوں کا حل

خدانخواستہ نکاح کے بعد میاں بیوی کے درمیان کچھ اختلاف پیدا ہوجائے، تو قرآن مجید نے اس کا بھی حل بتایا ہے کہ پہلے سمجھایا جائے، نصیحت سے کام لیا جائے، اس کے باوجود بیوی سیدھی راہ اختیار نہ کرے، تو چند دن بستر الگ کرلیا جائے، اسی کو قرآن مجید میں "واھجروھن فی المضاجع" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بستر الگ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ بیوی کو گھر سے باہر کیا جائے، یا اس کو میکے میں چھوڑ کر اس کے والدین پر بوجھ بنا دیا جائے، یا اس کو کمرے سے باہر نکال کر اس کی تذلیل وتحقیر کی جائے؛ بلکہ بستر ایک ہی ہو؛ لیکن چند دن بے رخی کا اظہار کیا جائے؛ تا کہ اس کو اپنی کوتاہی کا احساس ہو، اگر اس سے بھی کام نہ چلے اور عورت میں اصلاح کے آثار نمایاں نہ ہوں، تو معمولی سرزنش کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَھُنَّ فَعِظُوۡھُنَّ وَ اھۡجُرُوۡھُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَ اضۡرِبُوۡھُنَّ ۚ فَاِنۡ اَطَعۡنَکُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَیۡھِنَّ سَبِیۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیۡرًا ﴿۳۴﴾ (النساء: ۳۴)

وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تم کو ڈر ہو، تم پہلے انہیں نصیحت کرو اور سمجھاؤ (اور نہ مانیں) تو ان سے بستر جدا کرلو (پھر بھی نہ مانیں) تو معمولی مار پیٹ کرو، اگر وہ تمہاری بات مان لیں، تو پھر (مار پیٹ، رسوائی اور بے عزت کرنے کے لیے) بہانے تلاش مت کرو، بے شک اللہ سب سے برتر اور بڑا ہے۔ (مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ: ۲۴)

اختلافات دور کرنے میں سماج کی ذمہ داری

اگر اِن تمام مراحل سے گزرنے کے باوجود تعلقات بہتر نہ ہوسکیں اور بیوی نافرمانی پر مصر ہو، تو ایسے نازک موڑ پر قرآن مجید نے شوہر کو جلد بازی اور ناعاقبت اندیشی سے کام نہ لینے کی تلقین کرتے ہوئے میاں بیوی کے درمیان صلح صفائی کی ذمہ داری کو سماج (افرادِ خاندان) پر رکھا ہے کہ اب سماج کے بزرگ اور سمجھ دار لوگ جو اختلافات کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور مخلص ہوں، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیچ میں پڑ کر باہمی اختلاف کو رفع کرنے اور صلح کرانے کی کوشش کریں۔

بدقسمتی کی بات ہے کہ ہمارے سماج میں کوئی اختلاف رونما ہوتا ہے اور کوئی نزاع پیدا ہو جائے، خواہ میاں بیوی کے درمیان ہو، والدین اور اولاد کے درمیان ہو، یا کسی بھی دو مسلمان یا دو خاندانوں کے درمیان ہو، تو نہ صرف عام مسلمان؛ بلکہ علماء اور سماج کے با اثر اور ذمہ دار لوگ بھی کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ جس کا معاملہ ہے، وہ سمجھے، ہم اس معاملہ میں کیوں پڑیں؛ لیکن یہ سوچ درست اور سنجیدہ نہیں ہے، مسلمانوں کا کام دلوں کو جوڑنا اور فاصلوں کو سمیٹنا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی جماعت کا اتنا اہتمام تھا کہ مرض الوفات میں بھی جب تک بالکل معذور نہ ہو گئے، جماعت فوت نہیں ہوئی؛ لیکن بنو عوف کے دو مسلمان خاندانوں میں صلح کرانے میں آپ کو اتنی تاخیر ہو گئی کہ نمازِ عصر میں آپ دیر سے تشریف لائے جب کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آگے بڑھا چکے تھے۔

(ملخص: رواہ البخاری طویلا عن سھل بن سعد، کتاب الصلح، باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس: ۲۶۹۰)

اس واقعے سے مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے، ان کے اختلافات کو دور کرنے اور ان کی صفوں میں وحدت کو باقی رکھنے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بالخصوص میاں بیوی کے اختلاف کو دور کرنا اور ان کے رشتے کو استوار رکھنا تو

اور بھی زیادہ اہم ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان سب سے زیادہ اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ کسی شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرادے۔ "أن يفرق بين المرء وزوجه"۔

اس لیے علماء اور مسلم سماج کے ذمہ دار حضرات خواہ مرد ہوں، یا خواتین، ان کا شرعی فریضہ ہے کہ وہ ایسے مواقع پر معاملات کو سلجھانے اور اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کریں اور اسے اپنی دینی ذمہ داری سمجھیں۔

ہاں اگر زوجین کے درمیان اختلاف اس حد تک بڑھ جائے کہ وہ خود اس کو سلجھانے سے قاصر ہوں۔

تو قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ (النساء:۳۵)

اے مسلمانو! اگر تم کو اندیشہ ہو کہ میاں بیوی میں اختلاف اور ضد ہے اور آپسی الجھن کو خود سلجھا نہیں سکتے، تو تم کو چاہئے کہ میاں بیوی کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک منصف کو مقرر کر کے بھیجو، اگر دونوں منصف اصلاح کی کوشش (صدقِ دل سے) کریں، تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں موافقت پیدا فرمادیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ (مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ:۲۷)

حضرت تھانویؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر قرائن سے تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں ایسی کشاکش کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم سلجھا نہ سکیں گے، تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو ایسے ہی تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے تجویز کر کے اس کشاکش کو رفع کرنے کے لیے ان کے پاس بھیجو کہ وہ

جا کر تحقیقِ حال کریں اور جو بے راہی ہو، یا دونوں کا کچھ قصور ہو سمجھا دیں۔
اگر ان دونوں آدمیوں کو سچے دل سے اصلاحِ معاملہ کی منظوری ہوگی، تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں بشرطیکہ وہ ان دونوں کی رائے پر عمل کریں، اتفاق فرمائیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور خبر رکھنے والے ہیں، جس طریقے سے ان میں باہم مصالحت ہوسکتی ہے، اس کو جانتے ہیں، جب حکمین کی نیت ٹھیک دیکھیں گے، تو وہ طریقہ ان کے قلب میں القاء فرمادیں گے۔ (بیان القرآن، سورۃ النساء: ۱/ ۱۱۵)

❁--❁--❁

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

- طلاقِ احسن
- طلاق حسن
- طلاقِ رجعی
- رجعت کا طریقہ
- طلاقِ بائن
- طلاقِ مغلظہ رتین طلاق
- ایک غلط فہمی کا ازالہ

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

طلاقِ احسن

شریعت نے طلاق کے آداب و احکام بھی بتائے ہیں کہ طلاق کس وقت دی جائے اور کتنی دی جائیں؟ طلاق کے سلسلے میں قرآن مجید نے یہ اصول بتایا کہ طلاق دیتے ہوئے بھی حسن سلوک کو ملحوظ رکھا جائے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ

(البقرۃ:۲۲۹)

(۱) طلاق اس طرح نہ دی جائے کہ عدت طویل ہو جائے، جس سے عورت کو خواہ مخواہ ذہنی الجھن میں ڈالا جائے، نیز جب ضرورت ایک طلاق سے پوری ہو جاتی ہے، تو اس سے زیادہ طلاق دینے کی کیا ضرورت ہے؟۔

(۲) صرف ایک طلاق دی جائے، یعنی شوہر بیوی سے صاف لفظوں میں کہے ''میں نے تجھے طلاق دے دی'' اس لیے کہ مرد بیوی سے جدائی چاہتا ہے، تو اس کا مقصد ایک طلاق سے پورا ہو جائے گا، طلاق ایک ناپسندیدہ ضرورت ہے، ضرورت سے زیادہ کا استعمال مزید ناپسندیدہ اور قرآن وسنت کا مذاق ہوگا۔

(۳) طلاق حالتِ حیض میں نہ دی جائے، حالتِ حیض میں طلاق دینا سخت گناہ ہے، نیز حیض کی حالت میں ایک حد تک بیوی کی طرف رغبت کا سامان نہیں ہوتا، تو ممکن ہے اس حالت میں سنجیدہ فیصلے کے تحت طلاق نہ دی گئی ہو؛ بلکہ بے رغبتی کی بنا پر طلاق دی ہو؛ حالاں کہ طلاق ایسا حق نہیں ہے کہ اتنی جلد بازی میں سوچے سمجھے اور سنجیدہ فیصلہ کئے بغیر اس کا استعمال کیا جائے۔

(۴)ایسی پاکی کے زمانے میں طلاق دی جائے جس میں بیوی سے صحبت نہ کی ہو؛ کیوں کہ عدت کے طویل ہونے کا اندیشہ ہے، اگر حمل ٹھر جائے اور عوت حاملہ ہوجائے، تواب اسے وضعِ حمل تک عدت گذارنی ہوگی۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ (الطلاق:۱)

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کو شمار کرتے رہو۔

(۵)ایک طلاق دینے کے بعد عدت گذرنے دی جائے، عدت حاملہ عورت کی وضع حمل، حیض والی کے لیے تین حیض، کم عمر یا عمر والی کے لیے تین مہینے ہے۔

مذکورہ طریقے پر جو طلاق دی جائے، اس کو فقہاء طلاقِ احسن کہتے ہیں، یعنی طلاق کا بہتر طریقہ نیز طلاق رجعی کی بھی ایک صورت ہے۔

طلاق حسن

بسا اوقات آدمی تین طلاق دے کر رشتہء نکاح اس طرح ختم کرنا چاہتا ہے کہ اس کے لیے رجوع اور تجدید نکاح کا موقع آیندہ بالکل باقی نہ رہے، ایسی صورت میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں نہ دی جائیں؛ بلکہ پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے کر غور وفکر کیا جائے، اگر آپسی حالات درست نہ ہوسکیں، تو ایک ماہواری کے بعد دوسری پاکی کے زمانے میں دوسری طلاق دی جائے، پھر غور کیا جائے، اگر اب بھی حالات قابو میں نہ آسکے اور تیسری طلاق دے کر رشتہء نکاح مکمل ختم کرنے ہی میں دنیا وآخرت کی بھلائی نظر آئے، تو دوسری ماہواری گذرنے کے بعد تیسری پاکی کی حالت میں تیسری طلاق دی جائے، اس کے بعد رشتہء نکاح ختم ہو جائے گا، اب مرد وعورت ایک دوسرے کے لیے حرام ہوجائیں گے، رجوع یا عدت

میں تجدیدِ نکاح کی گنجائش نہیں رہے گی، اس کو طلاق حسن کہتے ہیں۔

طلاق رجعی

لفظ ''طلاق'' یا ایسے لفظ سے ایک یا دو طلاق دی جائے جو عرف میں طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کو طلاق رجعی کہتے ہیں۔

یعنی ایسی طلاق جس میں عدت گذرنے سے پہلے شوہر چاہے، تو بیوی کو دوبارہ نکاح میں واپس لے سکتا ہے، عورت کی مرضی اور تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں ہے، دو مرتبہ طلاقِ رجعی کا حق حاصل رہتا ہے، تیسری بار طلاق دینے میں یہ گنجائش بالکل نہیں رہے گی، طلاقِ رجعی ؛عدت گذرنے کے بعد طلاقِ بائن ہوجاتی ہے، نیز رجعت کی گنجائش بھی ختم ہوجاتی ہے ؛البتہ مرد وعورت باہمی رضامندی اور نئے مہر کے ساتھ نکاح کرسکتے ہیں۔

طلاقِ رجعی طلاق کا سب سے بہتر طریقہ ہے، اس لیے کہ عدت گذرنے تک شوہر کو سوچنے، صحیح فیصلہ کرنے لیے ایک لمبا وقت ملے گا، جذبات اور نفسیات کا غلبہ بھی نہ ہوگا، جذبات یا غصہ کی وجہ سے طلاق دے دیا ہو، تو تلافی کی گنجائش بھی ہوگی، نیز عورت کے لیے سخت تنبیہ کا ذریعہ اور سنبھلنے کی مزید ایک مرتبہ گنجائش بھی مل جائے گی۔

جب عدت پوری ہونے کے قریب ہوجائے، تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ط (الطلاق:۲)

جب مطلقہ عورتیں اپنی عدت کے ختم کو پہنچیں، تو ان کو دستور کے موافق رکھ لو، یا دستور کے موافق چھوڑ دو اور دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنالو۔

یعنی جب عدت ختم ہونے کے قریب آجائے، تو آخری فیصلہ کرنا ہے، اگر بیوی کو رکھنا ہو، تو اسے لوٹا لے اور بہتر ہے کہ لوٹانے پر بھی دو گواہ بنالے؛ تاکہ آئندہ کسی نزاع اور تہمت کا اندیشہ نہ ہو۔

اگر بیوی کی طرف رغبت نہ ہو اور نباہ کی امید نہ رہے، تو بھلے طریقے پر علاحدہ کردے، بہتر طریقے پر علاحدگی سے مراد یہ ہے کہ عدت گذر جانے دے، جیسے ہی عدت گذر جائے گی، عورت بائنہ ہوجائے گی؛ البتہ اس بات کی گنجائش باقی رہے گی کہ اگر مرد وعورت کو پشیمانی ہو اور وہ دوبارہ ازدواجی رشتے میں منسلک ہونا چاہیں، تو نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، یہ گنجائش ایک اور دو طلاق کی صورت میں ہے۔ (مسلم پرسنل لاء: ۳۰)

رجعت کا طریقہ

جب طلاق دینے والا مرد طلاقِ رجعی میں بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لینا چاہے، تو بہتر ہے کہ دو معتبر لوگوں کو گواہ بنا کر ان کی موجودگی میں اپنی بیوی سے کہے ''میں نے تمھیں اپنے نکاح میں واپس لے لیا'' یا یوں کہے ''میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لے لیا'' نیز دورانِ عدت بیوی سے صحبت کرنے، یا بوسہ لینے یا شہوت سے چھو لینے سے بھی رجعت ہوجائے گی۔ (الہدایہ ۲/ ۱۹۵)

طلاقِ بائن

طلاقِ بائن وہ طلاق ہے جس میں عورت شوہر کے نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے، عدت کے درمیان بھی آپسی رضامندی، نئے مہر اور نکاح کے بغیر لوٹانے کی گنجائش نہیں رہتی، مندرجہ ذیل صورتوں میں طلاق؛ بائن ہوجاتی ہے۔

(۱) صحبت سے پہلے ہی بیوی کو طلاق دی جائے۔ (خواہ طلاق صریح ہو)

(۲) صراحت کے ساتھ طلاق بائن دی جائے۔

(۳) عورت سے کچھ معاوضہ لے کر، یا اس کے واجب الاداء حقوق معاف کرا کر طلاق دی جائے، جیسے خلع میں ہوتا ہے۔

(۴) کنائی الفاظ سے طلاق دی جائے، یعنی طلاق کی نیت سے ایسے الفاظ بیوی سے کہے جس سے طلاق مراد لی جاسکتی ہو اور ان الفاظ کا کوئی دوسرا معنی بھی ہو،

مثلاً ''اب میرا تمہارا رشتہ باقی نہیں رہا''، ''تم میرے گھر سے چلی جاؤ'' وغیرہ۔

(۵) قاضی کے ذریعے نکاح ختم کرانے کی زیادہ تر صورتیں طلاق بائن کے تحت آتی ہیں۔ (مستفاد از قاموس الفقہ ۴؍۳۴۴)

طلاقِ بائن میں سابق میاں بیوی کے لیے آپسی رضامندی اور نئے مہر کے ساتھ عدت میں اور عدت گذرنے کے بعد بھی ازسرِ نو نکاح کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔

طلاقِ مغلظ رتین طلاق

صاف لفظوں میں کہے کہ ''میں نے تجھے تین طلاقیں دی'' یا تین بار الگ الگ وقت میں لفظ طلاق کہے، یا تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق کہے اور تین کی نیت کرے، اس کو طلاقِ مغلظ کہتے ہیں۔

تین طلاق دینا سخت گناہ ہے، سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا سبب اور شریعت کا مذاق ہے۔

حضرت محمود بن لبیدؓ سے مروی ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں، آپ غصے میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟

کیا میرے ہوتے ہوئے اللہ کی کتاب کے ساتھ کھلواڑ کیا جائے گا؟ اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کردوں؟۔

(سنن نسائی، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی التغلیظ فیہ: ۳۴۰۱)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

حضرت عمرؓ کی خدمت میں جب ایسے شخص کو لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں، تو حضرت عمرؓ اس کی پیٹ پر کوڑے لگاتے۔

(اعلاء السنن بحوالہ سنن سعید و فتح الباری ۱۱؍۱۶۹)

تین طلاقیں دینا شریعت میں نہایت ناپسندیدہ عمل ہے؛ لیکن جب تین طلاقیں دی جائیں، تو واقع ہوجاتی ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے:

اگر تین مجلسوں میں الگ الگ طلاق دے، تو بہر حال تین طلاق واقع ہوجائیں گی، اگر تین کے عدد کے ساتھ ''میں نے تجھے تین طلاق دی'' تب بھی تین طلاق واقع ہوجائیں گی۔

اگر کسی نے ایک ہی مجلس میں لفظ ''طلاق'' کا استعمال تین بار کیا جیسے یوں کہے: ''میں نے طلاق دی'' ''میں نے طلاق دی'' ''میں نے طلاق دی'' یا ''طلاق، طلاق، طلاق کہا'' اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی، تو تین طلاق واقع ہوجائیں گی، اگر وہ کہے: میری نیت ایک بار طلاق دینے کی تھی، تین بار میں نے تاکید کے لیے کہا، تو ایک طلاق رجعی ہوگی اور رجعت کرنا جائز ہوگا؛ لیکن شوہر جھوٹ بول کر ایسا کرتا ہے، تو سخت گنہگار ہوگا اور مستقل گناہ کی زندگی گذارنے والا ہوگا، اگر معاملہ قاضی کے پاس چلا جائے، تو قاضی تین ہی طلاق کا فیصلہ کرے گا (یعنی قضاءً اس کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا)۔

طلاق کی زیادہ سے زیادہ تعداد تین ہے، اگر کوئی اس سے زیادہ بھی دے دے، تو تین ہی واقع ہوں گی، بقیہ طلاقیں معصیت وظلم کی موجب ہوں گی، نیز ایک مجلس میں تین طلاق دے، تو وہ تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں، یہ بات قرآن وحدیث میں صراحۃً ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اظہارِ غضب کے باوجود تینوں طلاق کو نافذ فرمایا ہے، جس کے بہت سے واقعات کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

جمہورِ امت کا یہی مذہب ہے، اکثر صحابہ، ائمہ اربعہ اور جمہورِ تابعین کا یہی مسلک ہے، چناں چہ سعودی حکومت نے بھی اس مسئلے پر غور وفکر کرنے کے لیے حرمین شریفین اور سعودی علماء کی ایک کمیٹی بنائی جس کے صدر شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ تھے، اس کمیٹی نے یہی فیصلہ کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

(تفصیل کے لیے مراجعت کریں قاموس الفقہ ۴/۳۴۷)

جمہورِ امت کے راستے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ضلالت وگمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۱۱۵﴾ (النساء:۱۱۵)

جو شخص مسلمانوں کے راستے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے، تو ہم اس کو اسی کے حوالہ کر دیں گے جس پر وہ چلا ہے اور اس کو جہنم میں ڈھکیل دیں گے اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ.

(البقرہ:۲۳۰)

پھر یعنی تیسری بار اگر عورت کو طلاق دے دی، تو وہ عورت اُس کے لیے حلال نہیں ہوگی؛ یہاں تک کہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے (اور اس خاوند کی وفات ہوجائے، یا دوسرا خاوند صحبت کے بعد طلاق دے)۔

اگر تین طلاق دے دی، تو اگر وہ خاتون عدت گذر جانے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور ان دونوں کے مابین ازدواجی رشتہ قائم ہوجائے، بعد ازاں خدانخواستہ کسی وجہ سے اس دوسرے شوہر سے بھی علاحدگی ہوجائے، پھر یہ دوسری عدت بھی گذر جائے، بعد ازاں اگر یہ خاتون اور پہلا مرد دوبارہ نکاح کرنا چاہیں، تو کرسکتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یوں سمجھنا کہ جب تک تین طلاقیں نہیں دیں گے، پوری طرح رشتۂ نکاح ختم ہی نہیں ہوگا، محض ناواقفیت اور جہالت کی بات ہے، اس طرح طلاق دینا شریعت میں انتہائی ناپسندیدہ اور سخت گناہ ہے، وکلاء، قضاۃ اور پنچ حضرات کو بھی اس سلسلے میں

احتیاط کرنی چاہئے اور تین طلاقیں نہیں دلوانی چاہئے، اگر لفظ ’’طلاق‘‘ کے ذریعے ایک یا دو بار طلاقیں دی گئیں اور عدت میں نہیں لوٹایا گیا، تو رشتہء نکاح خود بخود ختم ہوجائے گا اور طلاق؛ بائن ہوجائے گی، نیز تین طلاق میں ندامت کی تلافی کی بھی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔

چناں چہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ

(البقرہ:۲۲۹)

یعنی اگر ایک یا دو بار طلاق دی گئی، تو مرد کو حق ہوگا کہ وہ بہتر طریقے پر عورت کو اپنے نکاح میں واپس لوٹالے، یا پھر اس کی عدت گذرنے دے اور اس کے تمام حقوق ادا کرکے علاحدگی اختیار کرلے۔

شریعت نے طلاق کے تین درجے تین طلاقوں کی صورت میں رکھے ہیں، شریعت کا منشاء یہ ہے کہ طلاق دینا ہی ناپسندیدہ فعل ہے، اگر مجبوری کی صورت میں اس کی ضرورت پیش آئے، تو طلاق کے ایک درجے یعنی ایک طلاق پر اکتفاء کرے اور عدت گذرنے دی جائے جیسا کہ پچھلے صفحات میں بالتفصیل عرض کیا گیا۔

اگر کسی شخص نے دورانِ عدت مزید ایک طلاق دے دی، تو اس نے رشتہء نکاح سے جدا ہونے کے دو درجے طے کرلیا جس کی ضرورت نہیں تھی اور ایسا کرنا شرعاً ناپسندیدہ بھی تھا؛ مگر ان دو درجوں کے مکمل ہونے کے بعد بھی دورانِ عدت رجعت کا حق اور عدت پوری ہونے کے بعد آپسی رضامندی سے نکاح کی گنجائش باقی رہے گی، اگر کسی نے تیسری طلاق بھی دے دی، تو اس نے شریعت کی دی ہوئی آسانیوں کو بلا وجہ اور بلا ضرورت ختم کردیا، تو اب اس کی سزا یہ ہے کہ نہ رجعت ہوسکے گی، نہ بیوی کی دوسری شادی کئے بغیر اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: از معارف القرآن ۱/ ۵۶۰)

طلاق کے بعد متعہ حکم

اسلام کی حکیمانہ تعلیم دیکھئے کہ طلاق کا معاملہ باہمی مخالفت، غصے اور ناراضگی سے پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے جو تعلق انتہائی الفت ومحبت کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، اب وہ نفرت، کدورت، دشمنی اور انتقامی جذبات کا مجموعہ بن جاتا ہے، جس کی وجہ سے نفس چاہتا ہے کہ عورت کی ذلت ورسوائی کی جائے؛ لیکن قرآن کریم نے شوہر کو حکم دیا ہے کہ دورانِ عدت بیوی کو گھر سے نہ نکالے، عدت گذرنے تک نفقہ کو بدستور جاری رکھے، شوہر کے لیے مستحب قرار دیا کہ رخصت کرتے ہوئے کچھ سامان دے کر رخصت کرے، یہ انسانی شرافت اور طویل رفاقت کا تقاضہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

(البقرہ:۲۲۹)

طلاق کے بعد رجعت کرکے بیوی کو روکنا ہو، تو حسنِ سلوک کے ساتھ روک لو، اگر چھوڑنا ہے، تو حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑ دو۔

یعنی طلاق ایک فسخ کا معاملہ ہے، شریف انسان کا کام یہ ہے کہ جس طرح معاملہ خوش دلی اور حسن سلوک کے ساتھ کیا جاتا ہے، اسی طرح فسخ معاہدہ کی ضرورت پیش آئے، تو اس کو بھی غصے یا لڑائی جھگڑے کے ساتھ نہ کرے؛ بلکہ وہ بھی احسان اور سلوک کے ساتھ کرے کہ رخصت کے وقت مطلقہ بیوی کو کچھ تحفہ، کپڑے وغیرہ دے کر رخصت کرنا بھی حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑنے میں داخل ہے جس کا حکم قرآن کریم کی اس آیت میں دیا گیا ہے:

وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ (البقرۃ:۲۳۶)

مطلقہ بیوی کو کچھ سامان دو، وسعت والا اپنی وسعت کے موافق اور تنگ دست آدمی اپنی حیثیت کے موافق مطلقہ بیویوں کو سامان دے۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ (البقرۃ:۲۴۱)

مطلقہ عورتوں کو دستور کے موافق سامان دینا پرہیز گاروں پر لازم ہے۔

جو بھی جدائی شوہر کی طرف سے ہو، اس میں متعہ دینا مستحب ہے، نیز قاضی یا ذمہ دار احباب شوہر کو متعہ دینے کی ترغیب دیں، متعہ کے مستحب ہونے کی صورت میں شوہر پر ظلم وزبردستی کرنا بھی بالکل مناسب نہیں ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب النکاح، باب اختلاف الزوجین ۲/ ۶۰۴)

متعہ کے اعتبار سے مطلقہ عورتوں کی چار قسمیں ہیں:

(۱) وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ ہو، نیز صحبت اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دی گئی ہو۔

اس مطلقہ کا حکم یہ ہے کہ مہر دینا واجب نہیں؛ البتہ شوہر پر متعہ دینا واجب ہے۔ (البقرۃ:۲۳۶)

(۲) وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر تو ہو؛ لیکن صحبت اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دی گئی ہو۔

اس عورت کے لیے جتنا مہر مقرر ہو، اس کا آدھا حصہ دینا شوہر پر واجب ہے؛ ہاں اگر عورت معاف کردے، یا مرد پورا مہر دے دے، تو اختیاری معاملہ ہے۔ (البقرۃ:۲۳۷) نیز اس عورت کے لیے متعہ نہ واجب ہے نہ مستحب ہے۔

(۳) وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر ہو، نیز صحبت وخلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی گئی ہو۔

اس عورت کو پورا پورا مہر ملے گا، نیز اس عورت کے لیے متعہ مستحب ہے۔

(۴) وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ؛ لیکن صحبت وخلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دی گئی ہو۔

اس عورت کو مہرِ مثل ملے گا، نیز اس عورت کے لیے متعہ مستحب ہے۔

متعہ کی مقدار

متعہ کی مقدار متعین نہیں ہے؛ بلکہ عرف وعادت اور میاں بیوی کے حالات پر موقوف ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے معروف طریقے پر متعہ دینے کا حکم فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں وعلی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ کی صراحت ہے، خوش حال وتنگ دست شوہر کو اپنے حالات کے اعتبار سے متعہ ادا کرنا چاہئے، گویا متعہ کی مقدار طے کرنے میں مرد کے معاشی حالات اور سماجی عرف دونوں کا لحاظ کیا جائے گا، نیز عورت کے معیارِ زندگی کو بھی دیکھا جائے گا۔

متعہ کی ادنی مقدار ایک جوڑا کپڑا ہے، زیادہ مقدار کی کوئی حد نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: متعہ کم از کم تیس درہم (تقریباً ۹۲ گرام چاندی یا اس کی مروجہ قیمت) ہونی چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے:

بہتر متعہ خادم کا انتظام ہے۔

حضرت حسن بن علیؓ نے بیس ہزار درہم (تقریبا چھ سو کلو چاندی ۶۰۰) بطور متعہ دیا۔ (مستفاذ از تفسیر قرطبی، بدائع وقاموس الفقہ ۵/۵۸)

❁--❁--❁

خلع کی شرعی حیثیت اور اس کے احکام

- بدلِ خلع کی مقدار
- خلع کے احکام

خلع کی شرعی حیثیت اوراس کے احکام

شریعت میں بیوی سے کچھ مال لے کراس کونکاح سے آزاد کرنے کا نام خلع ہے۔

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ (البقرۃ:۲۲۹)

اگرتم لوگ خوف محسوس کرو کہ میاں بیوی اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے (حقوقِ زوجیت، اس سے متعلقہ شرعی احکام کو پورا نہیں کرسکیں گے) تو میاں بیوی پر کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ عورت کچھ عوض دے (اور شوہر اس کو لے کر رشتہء نکاح سے بیوی کو آزاد کردے)

لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ جیسے طلاق مرد کے لیے آخری چارۂ کار ہے، اسی طرح عورت کی طرف سے خلع کا مطالبہ بھی آخری حد ہے، جب تک رشتہء نکاح بالکل دشوار نہ ہوجائے، خلع کا مطالبہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ.

(رواہ الترمذی عن ثوبان، ابواب الطلاق واللعان، باب ماجاء فی المختلعات:۱۱۸۷)

جس خاتون نے بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا، جنت کی خوشبو اس پر حرام ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا وجہ طلاق دینے والوں اور بلا وجہ خلع کا مطالبہ کرنے والیوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا:

لَا تُطَلَّقُ النِّسَاءُ إِلَّا مِنْ رِيبَةٍ، إِنَّ اللهَ - تَبَارَكَ وَتَعَالَى - لَا يُحِبُّ الذَّوَّاقِينَ، وَلَا الذَّوَّاقَاتِ.

(رواہ الہیثمی عن ابی موسیٰؓ فی مجمع الزوائد، کتاب الطلاق، باب فی من یکثر الطلاق: ۷۷۶۱)

عورتوں کو طلاق نہ دی جائے؛ مگر قابل اعتراض بات پر، اللہ تعالیٰ مزہ چکھنے والے مرد اور مزہ چکھنے والی عورت کو پسند نہیں فرماتے۔

بعض دفعہ مرد ظالم ہوتے ہیں، حقوق زوجیت ادا نہیں کرتے، نیز عورت کو رشتہء نکاح سے آزاد بھی نہیں کرتے؛ تاکہ وہ سکون کی زندگی گذار سکے، ان حالات میں شریعت نے عورت کو ظلم وستم سہنے اور مصائب ومشکلات پر صبر کرنے پر مجبور نہیں کیا؛ بلکہ اس کو باعزت طریقے پر رشتہء نکاح سے نکلنے کا راستہ ''خلع'' کی صورت میں رکھا ہے۔

خلع کی ایک مصلحت یہ ہے کہ بعض اوقات میاں بیوی میں اختلاف کا کوئی ایسا سبب ہوتا ہے کہ خود بیوی بھی برسرِ عام اس کا اظہار کرنا نہیں چاہتی؛ کیوں کہ اس سے خود عورت کی عزت وآبرو بھی مجروح ہوسکتی ہے، ان حالات میں خلع زوجین کے درمیان علاحدگی کا ایک باعزت طریقہ ہے جس میں فریقین کے لیے عافیت اور اپنے وقار کا تحفظ ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہر نفرت واختلاف کا کوئی سبب موجود نہیں ہوتا؛ لیکن کسی وجہ سے میاں بیوی کے مزاج میں ہم آہنگی باقی نہیں رہتی اور نکاح کا اصل مقصود باہمی محبت، مودت اور سکونِ دل کی کیفیت مفقود ہوجاتی ہے؛ حالاں کہ شوہر کوئی ایسی زیادتی نہیں کرتا جسے قانون کے دائرے میں حق تلفی کہا جاسکے؛ لیکن بیوی کو اپنے شوہر کی طرف رغبت بھی نہیں ہوتی، اسلام نے ایسے مواقع کے لیے خلع کی صورت رکھی ہے کہ بیوی پورا مہر یا مہر کا کچھ حصہ معاف کر کے اسے طلاق پر آمادہ

کرلے۔ (مستفاد از مسلم پرسنل لاء: ۳۳)

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے:

ثابت بن قیسؓ کی بیوی (جمیلہ بنت سہلہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلاَ دِينٍ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الإِسْلاَمِ.

اے اللہ کے رسول! مجھے ثابت بن قیس کی دین داری واخلاق سے متعلق کوئی شکایت نہیں ہے؛ لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ مسلمان ہوکر کسی کی ناشکری کروں، (یعنی میرے شوہر کا میرے ساتھ حسنِ سلوک اور میری طبیعت کا ان کی طرف مائل نہ ہونا، جس کی وجہ سے شوہر کی ناقدری وناشکری ہورہی ہے) اس لیے ہم دونوں میں جدائی کرادیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان کو ان کا باغ لوٹا دوگی؟ (جو مہر میں ادا کیا تھا) انھوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابتؓ سے فرمایا: باغ لے لو اور ان کو طلاق دے دو، چناں چہ حضرت ثابت نے طلاق دے دی۔

(رواہ البخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ: ۵۲۵۷)

بدلِ خلع کی مقدار

خلع دراصل زوجین کی باہمی رضامندی سے علاحدگی کا فیصلہ ہے، جس میں عورت کی طرف سے عوض دیا جاتا ہے؛ لیکن یہ عوض مہر کی مقدار سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ (البقرہ: ۲۲۹)

تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں سے کچھ لو جو تم نے انہیں دیا تھا؛ مگر جب کہ خاوند اور بیوی دونوں خوف محسوس کریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ میاں بیوی اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جاوے، یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں، لہٰذا ان سے آگے مت بڑھو، جو کوئی اللہ کی باندہی ہوئی حدوں سے آگے بڑھے، وہی لوگ ظالم ہیں۔

غرض اگر عورت کی طرف سے زیادتی نہ ہو، تب تو مرد کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ طلاق کا کوئی معاوضہ وصول کرے، ہاں اگر عورت کی طرف سے زیادتی ہو، یا وہ کسی معقول وجہ کے بغیر طلاق کی طلب گار ہو، تو مرد کو زیادہ سے زیادہ اتنا ہی واپس لینا چاہئے جو اس نے بطورِ مہر دیا ہے، اس سے زیادہ کا مطالبہ ہرگز نہ کرے، یہ بات اُس کی مردانہ غیرت اور حمیت کے بھی خلاف ہے کہ شریعت نے اسے طلاق کا اختیار دے کر جو اعزاز عطا کیا ہے، وہ اسے کسبِ زر کے لیے استعمال کرے۔

خلع میں عورت اپنے ذاتی حقوق کو معاف کر کے بھی خلع لے سکتی ہے، جیسے عدت کا نفقہ، اب تک مہر ادا نہیں کیا گیا ہو، تو مہر معاف کر سکتی ہے۔

(مستفاد از قاموس الفقہ ۳/ ۳۶۳)

خلع کے احکام

(۱) خلع سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔

(۲) خلع کے لیے قاضی کا فیصلہ ضروری نہیں ہے۔

(۳) خلع کی صورت میں شوہر کو رجعت کا حق نہیں رہتا؛ البتہ عدت میں یا عدت گذرنے کے بعد عورت کی رضامندی سے نئے مہر کے ساتھ تجدیدِ نکاح ہوسکتا ہے۔

(۴) خلع کے لیے کسی مخصوص وقت کی قید نہیں ہے، یعنی پاکی و ناپاکی کے وقت بلا کراہت خلع کی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ (مستفاد از: قاموس الفقہ ۳/ ۳۶۵)

عدت کی شرعی حیثیت اور اس کے مسائل

- عدتِ طلاق کی مدت
- عدت کے احکام

عدت کی شرعی حیثیت اور اس کے مسائل

عدت شریعت کی اصطلاح میں اس مدت (زمانہ) کو کہتے ہیں جس میں نکاحِ صحیح ختم ہونے کے بعد عورت اپنے آپ کو روکے رکھتی ہے۔

عدت دو طرح کی ہوتی ہے: (۱) عدتِ وفات (۲) عدتِ طلاق

ذیل میں صرف عدتِ طلاق کے بعض احکام کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

اسلام میں نسب کی حفاظت کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسی لیے شریعت نے عدت کا حکم دیا ہے کہ جب کسی عورت کی اپنے شوہر سے جدائی ہو، تو دوسرے نکاح اور اس جدائی کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہئے کہ نسب مشتبہ نہ ہو۔

جب رشتہء نکاح طلاق، خلع یا فسخ کے ذریعہ ختم ہو جائے، تو عورت پر عدتِ طلاق واجب ہوتی ہے۔

عدتِ طلاق کی مدت

(۱) حاملہ عورت کی عدت وضعِ حمل (بچہ کی ولادت) ہے۔ (الطلاق: ۴)

(۲) جس عورت کو حیض کا سلسلہ جاری ہو، اس کی عدت تین حیض ہے۔ (البقرۃ:۲۲۸)

(۳) جن عورتوں کو کم عمری، یا عمر کی درازی کی بنا پر حیض نہ آتا ہو، ان کی عدت تین مہینے ہے۔ (الطلاق: ۴)

(۴) جس عورت کو صحبت و خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی طلاق دی جائے، اس پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے۔ (الاحزاب: ۴۹)

عدت کے احکام

(۱) جس دن اور تاریخ میں طلاق دی جائے یا میاں بیوی کے درمیان جدائی

کا فیصلہ کیا جائے، اسی دن سے عدت شروع ہو جائے گی۔

(مصنف ابن شیبہ: ۱۸۹۱۷، ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ ۵/ ۲۰۲)

(۲) عدت کے درمیان صراحۃً نکاح کا پیغام دینا درست نہیں ہے۔ (البقرۃ: ۲۳۵)
طلاقِ رجعی میں نکاح کا پیغام بالکل نہیں دیا جا سکتا۔

(۳) عدت میں شوہر کی طرف سے مہیا کئے ہوئے مکان میں رہنا ضروری ہوگا، کسی شرعی عذر کے بغیر اس مکان سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ. (الطلاق: ۱)

مطلقہ عورتوں کو گھر سے (عدت پوری ہونے تک) مت نکالو۔

عدت میں ایک حکمت یہ بھی پوشیدہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو لفظ ''طلاق'' کے ذریعے ایک یا دو طلاق دی ہو، (طلاق رجعی ہو) تو عدت کے درمیان اسے اپنی بیوی کو لوٹانے کا حق حاصل ہوگا، اگر عورت طلاق دینے والے شوہر کے گھر ہی میں رہے، تو موافقت اور موانست کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، اس طرح ایک ٹوٹا ہوا رشتہ دوبارہ جڑ سکتا ہے۔

البتہ شوہر کے مکان میں عدت گذارنے کی صورت میں عورت کو اپنی جان و مال یا عزت و آبرو کا خطرہ ہو، یا مکان کے منہدم ہونے کا اندیشہ ہو، تو کسی دوسرے مکان میں عدت گذار سکتی ہے۔

(۴) طلاق رجعی کے علاوہ علاحدگی کی دیگر صورتوں میں (طلاق بائن، طلاق مغلظ وغیرہ) عورت کے لیے مہیا کئے مکان میں رہتے ہوئے مرد سے سخت پردہ اور احتیاط لازم ہے؛ طلاق رجعی میں عدت ختم ہونے تک یہ پابندی نہ ہوگی۔

(۵) مطلقہ کی عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے، خواہ مطلقہ رجعیہ ہو، یا بائنہ (طلاق مغلظ ہو یا نہ ہو) حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔

(۶) جس عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو، اگر بیوی کو نکاح میں لوٹا لینے کا ارادہ

ہو،تو شوہر سفر پر لے جا سکتا ہے۔

(۷) جس عورت کو طلاقِ بائن ، یا طلاقِ مغلظ دی گئی ہو، وہ عورت شوہر کے ساتھ یا محرم کے ساتھ عدت پوری ہونے تک ہر گز سفر نہیں کر سکتی۔

(مستفاد از قاموس ۴/ ۳۷۵)

(۸) عدت کے دوران معتدہ مطلقہ بطلاق بائن اور مغلظ کے لیے زیب و زینت کرنا ممنوع ہے، یعنی وہ مطلقہ عورت جس کو طلاق بائن دی گئی ہو، یا طلاق مغلظ دی گئی ہو، اس کے لیے زیب و زینت اختیار کرنا درست نہیں ہے؛ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو، وہ زیب و زینت اختیار کر سکتی ہے، وہ شوہر کے ساتھ سفر بھی کر سکتی ہے۔

لہٰذا عرف میں جن چیزوں پر زیب و زینت کا اطلاق ہوتا ہے، وہ سب کام معتدہ کے لیے درست نہیں ہوں گے ،مثلاً زیور پہننا، ریشمی لباس (یا اس جیسا قیمتی وعمدہ لباس) پہننا، مہندی لگانا، بدن یا کپڑوں میں خوش بو لگانا، (مختلف طرح کے کریم کا استعمال) باریک کنگھی سے کنگھی کرنا یہ چیزیں درست نہیں ہوں گی۔

آنکھوں میں عذر کی وجہ سے سرمہ لگانا، سر میں خارش کی وجہ سے بغیر خوشبو والا تیل ڈالنا، سر کو صابون وغیرہ سے دھونے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ چیزیں زینت کے طور پر ہیں نہیں؛ بلکہ ضرورت کے طور پر کئے جاتے ہیں۔

تحد مكلفة مسلمة ولو أمة منكوحة بنكاح صحيح ...... إذا كانت معتدة بت او موت ...... بترك الزينة بحلي أو حرير أو امتشاط بضيق الأسنان والطيب والدهن والكحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ...... إلا بعذر (الدر المختار) وفي الشامية: فإن كان وجع بالعين فتكتحل أو حكة فتلبس الحرير أو تشتكي رأسها فتدهن وتمشط بالأسنان الغليظة المتباعدة من غير إرادة الزينة، لأن هذا تداو، لا زينة.

(الدر المختار مع رد المحتار- ۱۳/ ۵۵۳/ ۵۳۰)

سنت کے موافق نکاح عبادت اور باعثِ برکت

- نکاح انسانی ضرورت
- نکاح عبادت
- آپسی محبت کے لیے اللہ کی خوش نودی
- نکاح کی برکت کیا ہے؟
- نکاح میں دونوں خرچ لڑکے کے ذمے
- ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنانے کے تین اصول
- محبت
- نرمی کا برتاؤ
- معاف کرنا

سنت کے موافق نکاح عبادت اور باعثِ برکت

حضرت اقدس مفتی محمد اسلم صاحب رشادی مدظلہ
بانی ومہتمم جامعہ غیث الہدی، بنگلور

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ،امابعد:فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم .بسم اللہ الرحمن الرحیم.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ (آل عمران:۱۰۲)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى .

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃؓ، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۷۲۸۰)

دوستو، بزگو اور میرے عزیز بھائیو!

اللہ جل شانہ کا کرم واحسان ہے کہ ہم سب نکاح کی مجلس میں اللہ کے گھر میں جمع ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس نکاح کو قبول فرمائے ،زوجین میں الفتیں اور محبتیں پیدا فرمائے، نیک وصالح اولاد کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین

نکاح انسانی ضرورت

بزرگو!

نکاح ایک انسانی ضرورت ہے ،ایک اعتبار سے نکاح عبادت ہے، نکاح

’’ضرورت‘‘ ہونے کی حیثیت سے بھی اور ’’عبادت‘‘ ہونے کی حیثیت سے بھی سادگی سے کرنا چاہیے ، انسان اپنی زندگی میں بے شمار ضرورتیں پوری کرتا ہے؛ لیکن کسی ضرورت کو پوری کرتے ہوئے شور وشرابہ نہیں کرتا ، مثلاً صبح میں نیند سے بیدا ہوا ، تو چائے کی ضرورت پیش آئی ، گھر میں دودھ نہیں ہے ، تو وہ آدمی دودھ خریدنے کے لیے جاتا ہے ، دودھ خریدنے کے لیے جاتے ہوئے باجا بجانے والوں کو ساتھ نہیں لے جاتا ہے ؛ بلکہ وہ خاموشی سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے ، ایسے ہی نکاح بھی ایک ضرورت ہے ، اس کو بھی خاموشی کے ساتھ پورا کرنا چاہیے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ.

(رواہ الترمذی عن عائشہؓ ، کتاب النکاح ، باب ما جاء فی اعلان النکاح: ۱۰۸۹)

نکاح کا اعلان کرو اور مسجد میں نکاح کرو۔

لوگوں کو بتاؤ ، آس پاس والوں کو بتاؤ کہ فلاں بچی کا نکاح فلاں بچے سے ہو رہا ہے ؛ کیوں کہ کسی شریف گھرانے کی لڑکی کے ساتھ کوئی اجنبی آدمی بے وقت آتا ، جاتا ہے ، لوگوں کو خواہ مخواہ شک وشبہ ہوگا کہ اب تک یہ لڑکا یہاں نظر نہیں آرہا تھا ، اب اس گھر کے پاس بے وقت کیوں آرہا ہے ، جا رہا ہے؟ تہمتوں اور غلط فہمیوں کا اندیشہ ہوتا ہے ، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ نکاح کا اعلان کرو ، آس پاس والوں کو بتاؤ کہ فلاں بچی کا نکاح فلاں بچے سے ہو رہا ہے ۔

نکاح عبادت

نکاح عبادت ہے ، نکاح عبادت اُسی وقت بنتا ہے جب اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے پر کیا جائے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر نہ کیا جائے ، تو وہ عبادت نہیں ، مثال کے طور پر ایک آدمی نے نماز کے لیے رکعت باندھی ، نماز میں قیام ہے ، رکوع ہے اور سجدہ ہے ، اُس آدمی نے تمام ارکان کو ادا کیا ، اس آدمی نے

رکعت باندھی، قیام کیا، قیام میں قرآن پڑھنے کے بجائے سیدھے سجدے میں چلا گیا، پھر سجدے سے سیدھا رکوع کیا، پھر رکوع میں تسبیح کی جگہ قرآن کی تلاوت کی، پھر قیام کیا، ہم لوگ اس آدمی کے بارے میں یہی کہیں گے کہ اُس نے نماز نہیں پڑھی؛ حالاں کہ اس نے سارے ارکان ادا کئے؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر نہیں پڑھی، غرض یہ کہ عبادت عبادت اُسی وقت ہوتی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر کی جائے، نکاح ایک عبادت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کا طریقہ سکھایا ہے۔

آپسی محبت کے لیے اللہ کی خوش نودی

نکاح کا مقصد دو رشتوں کو ملانا نہیں ہے، نکاح کا مقصد دو دلوں کو ملانا ہے، جب دل ملتے ہیں، ایک جوڑا بنتا ہے، پھر وہ جوڑا چھوٹا خاندان بنتا ہے، پھر وہ خاندان ایک قبیلہ بنتا ہے، پھر وہ قبیلہ ایک آبادی بن جاتی ہے، آبادی اس وقت تک نہیں بنتی جب تک خاندان وقبیلہ نہ بنے، خاندان اُس وقت تک نہیں بنتا جب تک جوڑا نہ بنے، جوڑا اس وقت تک نہیں بنتا جب تک دو دل نہ مل جائیں، اس لیے نکاح کا مقصد دو رشتوں کو ملانا نہیں ہے؛ بلکہ نکاح کا مقصد دو دلوں کو ملانا ہے، دل کو ملانے کی طاقت نہ میرے پاس ہے، نہ آپ کے پاس، دلوں کو ملانے کی طاقت صرف اللہ کے پاس ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ، يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ الخ.

(رواہ مسلم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص، کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف یشاء: ۲۶۵۷)

تمام انسانوں کے دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، ایک دل کی مانند ہیں، وہ جدھر چاہتا ہے، ادھر موڑ دیتا ہے (اگر ہم اس کو خوش کریں گے، تو وہ دلوں کو ملا دے گا، اس کو ناراض کریں گے، تو وہ دلوں میں پھٹن پیدا کر دے گا)۔

نکاح کے موقع پر عام طور سے لوگ سوچتے ہیں کہ بچوں کو خوش کرنا ہے، بڑوں کو خوش کرنا ہے، مردوں کو خوش کرنا ہے، عورتوں کو خوش کرنا ہے، نوکروں کو خوش کرنا ہے، ان تمام لوگوں کو خوش کرنے میں اللہ کو خوش کرنا بھول جاتے ہیں، نکاح لوگوں کو خوش کرنے کا موقع نہیں ؛ بلکہ نکاح اللہ کو خوش کرنے کا موقع ہے، اللہ خوش ہوں گے، تو دلوں کو ملائیں گے، اللہ کیسے خوش ہوں گے؟ اللہ خوش ہوں گے جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر نکاح کریں گے۔

نکاح کی برکت کیا ہے؟

برکت کی نوعیتیں مختلف ہوتی ہیں، کھانے کی برکت چار پانچ لوگوں کا کھانا دس بارہ آدمیوں کے لیے کافی ہوجائے، تو کہتے ہیں: کھانے میں برکت ہوگئی، کپڑے کی برکت بیس چالیس روپئے کا کپڑا چھ سات سال کام آجائے، تو لوگ کہتے ہیں: بڑا بابرکت کپڑا ہے، ایک چھوٹے سے گھر میں میاں بیوی ہوں اور ان کے چار پانچ بچے رہتے تھے، اسی گھر میں ماشاء اللہ بچوں کی شادیاں ہوگئیں اور سب بچوں کی کارروائی پوری ہوگئیں، تو لوگ کہتے ہیں بڑا بابرکت والا گھر ہے، غرض یہ کہ کھانے کی برکت الگ ہوتی ہے، کپڑے کی برکت الگ ہوتی ہے، گھر کی برکت الگ ہوتی ہے، اسی طرح نکاح کی برکت الگ ہوتی ہے، نکاح کی برکت زوجین میں محبتوں کا پیدا ہونا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھایا کہ نکاح سنت کے مطابق ہوگا، تو نکاح میں برکتیں ہوں گی، لہٰذا نکاح لوگوں کو خوش کرنے کے لیے نہیں ؛ بلکہ اللہ کو خوش کرنے کے لیے سنت اور سادگی کے ساتھ کرنا چاہئے۔

نکاح میں دونوں خرچ لڑکے کے ذمے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَؤُونَةً.

(رواہ احمد عن عائشہؓ فی مسندھا:۲۴۵۲۹)

برکت والا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو، نکاح میں دو خرچ ہیں، ایک مہر کا خرچ، دوسرا ولیمے کا خرچ، دونوں خرچ لڑکے والوں کے ذمے ہیں، لوگوں نے دستور بنالیا ہے کہ ہم لڑکی والوں سے کچھ نہیں مانگتے، بس دو چابیاں مانگتے ہیں، لڑکی والوں کے ذمے کچھ نہیں ہے، اس لیے کہ اٹھارہ بیس سال لڑکی کو پال پوس کر اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک، اپنا جگر کے گوشے کو دلہن بنا کر دے رہے ہیں، اپنی آنکھوں کا نور دے رہے ہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ اس لیے شریعت میں لڑکے والوں کے ذمے خرچ ہے، لڑکی والوں کے ذمے کوئی خرچ نہیں ہے، لڑکے والوں پر خرچ ہے۔

اللہ نے اجازت دی کہ مہر جتنا چاہیں باندھیں، مہر کے متعلق شریعت کی تعلیم اور رہبری یہ ہے کہ لڑکی کے گھرانے اور خاندان میں جو مہر باندھا جاتا ہے، اس اعتبار سے مہر باندھا جائے، ہمارے معاشرے میں رسم ہے کہ مہر لڑکے والے طے کرتے ہیں، مہر لڑکے والوں کی طے کرنے چیز نہیں ہے، لڑکی اور اس کے خاندان کے اعتبار سے مہر باندھا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا:

بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعَى إِلَيْهِ الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِينُ. (رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ موقوفا، باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ: ۲/۱۴۳۲)

سب سے برا نکاح وہ ہے، جس میں مال داروں کو بلایا جائے، غرباء کو چھوڑ دیا جائے۔

یعنی ولیمہ دکھلاوے کا نام نہیں ہے، اپنی شان اونچی کرنے کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا کرنے کے لیے ہے۔

ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنانے کے تین اصول

نکاح کے ذریعے لڑکے اور لڑکی کا رشتہ بنایا جاتا ہے، اس رشتے کو قائم رکھنا ضروری ہے، رشتے کو قائم رکھنے کے لیے شریعت نے چند اصول بتائے ہیں، وہ اصول یہ ہیں: محبت، نرمی سے پیش آنا اور درگذر کرنا، میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ

محبت سے پیش آئیں، نرمی اختیار کریں اور چھوٹی موٹی غلطیوں کو درگذر کریں، اگر ان اصول پر زندگی گذاریں گے، تو زندگی جنت نشاں بن جائے گی، اگر محبت نہیں ہے، سختی کے ساتھ پیش آتے ہیں، تھوڑی تھوڑی بات پر سختی کی جاتی ہے، تو زندگی جہنم کدہ بن جائے گی، اس لیے خود گوار ازدواجی زندگی گذارنے کے ان اصول کو یاد رکھنا چاہئے، ان کی رعایت کے ساتھ زندگی گذارنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (الروم:۲۱)

اللہ نے تمہارے اندر سے بیویوں کو نکالا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ.

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃؓ، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء: ۵۱۸۵)

عورتوں کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل فرمائی ہے:

إِنَّ حَوَّاءَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعِ آدَمَ الاقصر الْأَيْسَرِ وَهُوَ نَائِمٌ.

(فتح الباری معزیا الی ابن اسحاق ابن ابی حازم، کتاب النکاح، باب الوصاہ بالنساء: ۵۱۸۵)

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حواء کو پیدا کیا ہے۔

ہمیں سوچنا چاہئے کہ پسلی سے کیوں پیدا فرمایا، دائیں پسلی افضل ہوتی ہے، اس سے کیوں پیدا نہیں فرمایا؟ علماء نے فرمایا: دل بائیں پسلی سے قریب ہوتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ اشارہ دے رہے ہیں کہ اپنی بیویوں کو بھی دل سے قریب رکھو۔

(۱) محبت

جس سے نکاح ہو، اس سے محبت کرنا، محبت کسی سے، نکاح کسی سے ہو، تو دنیا و آخرت دونوں اجڑ جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے محبت فرمائی ہے۔ حضرت خدیجہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پناہ محبت کی ہے، ہمیشہ آپ

ﷺ حضرت خدیجہؓ کو یاد کرتے رہتے۔

رسول اللہ ﷺ کبھی بکری ذبح فرماتے اور حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے گھر گوشت دے کر بھیجتے۔ (رواہ البخاری عن عائشہؓ، کتاب المناقب، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ: ۳۸۱۶)

اماں جان حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کا بکثرت ذکر خیر کرتے کہ مجھے غیرت آتی، میں نے عرض کیا:

مَا أَكْثَرَ مَا تَذْكُرُهَا حَمْرَاءَ الشِّدْقِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا خَيْرًا مِنْهَا.

آپ (بار بار) اس بڑھیا کا ذکر کرتے ہیں جس کے منہ میں دانت بھی نہیں تھے جب کہ اللہ نے آپ کو ان سے بہتر زوجہ عطا فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَبْدَلَنِي اللهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا مِنْهَا.

نہیں، اس سے بہتر زوجہ نہیں

قَدْ آمَنَتْ بِي إِذْ كَفَرَ بِي النَّاسُ.

جب لوگوں نے میرا انکار کیا، تو خدیجہؓ مجھ پر ایمان لائیں۔

وَصَدَّقَتْنِي إِذْ كَذَّبَنِي النَّاسُ.

جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، تو انہوں نے میری بات کی تصدیق کی۔

وَوَاسَتْنِي بِمَالِهَا إِذْ حَرَمَنِي النَّاسُ.

اپنے مال سے میری مدد کی جب لوگوں نے مجھے محروم رکھا،

وَرَزَقَنِي اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَدَهَا إِذْ حَرَمَنِي أَوْلَادَ النِّسَاءِ.

(رواہ احمد فی مسند عائشہؓ: ۲۴۸۶۴)

اور (سب سے بڑی بات) اللہ نے ان سے مجھے اولاد عطا فرمائی۔

حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد (اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ منورہ

حاضر ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے دروازے پر پہنچ کر دستک دیں اور) اجازت چاہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پہچان لیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آ گئی او ''ھالہ'' کے آنے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

(رواہ البخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا، کتاب المناقب، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ: ۳۸۲۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں؟

قَالَ: عَائِشَةُ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ'' سے۔

(آج ہم میں سے کسی سے یہ سوال کیا جائے، تو کسی کو بھی اپنی بیوی کا نام لینے کی ہمت نہیں ہوگی؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھوڑا پریشان ہوئے، سوال بدل کر پوچھا) یا رسول اللہ!

فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: أَبُوهَا.

آپ کو مردوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے؟

فَقَالَ: أَبُوهَا الخ.

(رواہ البخاری عن عمرو بن العاص، کتاب المناقب، باب فضل ابی بکر، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لو کنت متخذا خلیلا: ۳۶۶۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ابوبکر نہیں فرمایا؛ بلکہ) ابوھا (عائشہ رضی اللہ عنہا کے ابا) سے فرمایا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کے ابا سے زیادہ محبت ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امان جان حضر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جوٹھا پیا کرتے تھے اور محبت کا اظہار فرماتے، امان جان عائشہ رضی اللہ عنہا کا چوس کر رکھا ہوا گوشت کا ٹکڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ سے چوستے جہاں سے امان جان نے کھایا ہوتا، اس طرح محبت کا اظہار فرماتے۔

(ملخص من حدیث طویل، رواہ مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا، کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيلها وسورها الخ: ۳۰۰)

(۲) نرمی کا برتاؤ

إِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ.

اللہ جل شانہ نے عورت کو تیڑھی پسلی سے پیدا کیا ہے۔

پسلی کا ٹیڑھا پن اس کی خوب صورتی ہے، ایسے ہی عورت کے ٹیڑھے پن میں اس کی فطرت اور خوب صورتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا.

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء: ۵۱۸۶)

اس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہتے ہو، تو اٹھا سکتے ہو۔ (کیسے نرم بن کر FLEXIBLE بن کر خود نرم بن جاؤ) اس کو سیدھا کرنا چاہو، تو ٹوٹ جائے گی (تم کون سے "کوڑ کے پھلی" سیدھے ہو کر اس کو سیدھا کرنا چاہتے ہو؟)۔

(۳) معاف کرنا

چھوٹی موٹی غلطی کس سے نہیں ہوتی؟ ہر ایک سے ہو جاتی ہے، اگر گھر والی سے غلطی ہو جائے، تو معاف کرنا، جیسے ہماری بیٹی، بہن بیاہی گئی ہے، اس سے کوئی بھول چوک ہو جائے، تو ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہمارے داماد ہماری بہنوں کو معاف کردیں، ایسے ہی ہمارے پاس جو خاتون ہے، وہ بھی کسی کی بہن بیٹی ہے، وہ بھی یہی چاہتے ہیں۔

اللہ جل شانہ نے بھی یہی حکم دیا ہے۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ (النساء: ۱۹)

عورتوں کے ساتھ اچھی زندگی گذارو۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبۂ نکاح

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہء نکاح اس طرح اہتمام سے سکھاتے تھے جس طرح نماز میں پڑھانا جانے والا تشہد سکھاتے تھے۔ (رواہ الترمذی، کتاب النکاح، باب خطبۃ النکاح: ۱۱۰۵، والنسائی، کتاب النکاح، باب مایستحب من الکلام عند النکاح: ۳۲۷۷، واحمد فی مسند عبداللہ بن مسعود: ۳۷۲۰، والدارمی، کتاب النکاح، باب خطبۃ النکاح: ۲۲۴۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أَمَّا بَعْدُ:

فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

(آل عمران: ۱۰۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾ (النساء: ۱)

وَقَالَ تَعَالٰى: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾

(الاحزاب: ۷۰)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي، فَلَيْسَ مِنِّي.

(رواہ ابن ماجہ عن عائشہؓ، کتاب النکاح، باب فضل النکاح: ۱۸۴۶)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ.

(رواہ البخاری عن ابی ھریرۃؓ، کتاب النکاح، باب استحباب نکاح ذات الدین: ۱۴۶۶)

نوٹ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول خطبۂ نکاح سورۃ الاحزاب کی آیت تک ہے، آیات کے شروع میں قال اللہ تبارک وتعالیٰ، تعوذ اور تسمیہ کا اضافہ اور آخر میں احادیث کا اضافہ حضرات علمائے کرام کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

نوٹ: مذکورہ خطبہ نظم قرآنی کے موافق ہے، آیات کی ترتیب یہی صحیح ہے، نیز یہ ترتیب تلاوت کے واجبات کے موافق بھی ہے، سنن ابوداؤد میں سورۃ النساء کی آیت پہلے اور سورۂ آل عمران کی آیت دوسرے نمبر پر ذکر کی گئی ہے، سورۃ النساء کی آیت ''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ'' سے شروع ہوئی ہے، شاید یہی وجہ ہو کہ فقہائے مسالک اربعہ نے ترمذی کی روایت کے موافق ہی اپنی کتابوں میں خطبہ نکاح لکھا ہے۔

سنن ابوداؤد کی روایت میں آیات کی ترتیب ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف کے موافق ہو، جیسا کے علامہ طیبیؒ نے فرمایا ہے، یہی رائے ملا علی قاری اور شمس الدین عظیم آبادی وغیرہ کی بھی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ''ردالمحتار'' میں علامہ طحطاویؒ کے توسط سے علامہ ابن الاثیر جزریؒ کے حوالے سے سنن ابوداؤد کی ترتیب کے موافق خطبۂ نکاح لکھا ہے۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، ۴/۶۶)

شاید یہی وجہ ہو کہ ہمارے علماء کی زبانوں پر جو خطبۂ نکاح رائج ہے، اس میں سورۃ النساء کی آیت مقدم اور آل عمران کی آیت مؤخر ہے۔

فہرست مآخذ ومراجع

اسماء کتب	اسماء مصنّفین	مطبع
(۱) الجامع الصحیح للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاریؒ	فیصل دیوبند
(۲) صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیریؒ	//
(۳) سنن ابی داؤد	ابوداؤد سلیمان السجستانیؒ	//
(۴) الجامع الترمذی	محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ	//
(۵) سنن النسائی	ابوعبدالرحمن النسائیؒ	//
(۶) سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی	//
(۷) مصنف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق صنعانی	دارالکتب العلمیۃ
(۸) مسند احمد	احمد بن محمد بن حنبلؒ	دارالکتب العلمیۃ
(۹) صحیح ابن خزیمہ	محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ	دارالکتب العلمیۃ
(۱۰) صحیح ابن حبان	محمد بن حبانؒ	الرسالۃ العالمیہ، بیروت
(۱۱) سنن دارقطنی	ابوالحسن علی بن عمرو	مکتبہ دارالایمان سہارنپور
(۱۲) المستدرک للحاکم	حاکم ابوعبداللہؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۳) شعب الایمان	احمد بن حسین البیہقیؒ	دارالفکر، بیروت
(۱۴) مجمع الزوائد	نورالدین ہیثمی	دارابن حزم، بیروت
(۱۵) سیر اعلام النبلاء	علامہ شمس الدین ذھبیؒ	دارالحدیث، قاھرہ
(۱۶) فتح الباری	حافظ ابن حجرؒ	المکتبۃ الاشرفیۃ دیوبند
(۱۷) عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین عینیؒ	زکریا بکڈپو دیوبند
(۱۸) فیض الباری	علامہ انورشاہ کشمیری	المکتبۃ الاشرفیۃ دیوبند
(۱۹) زادالمعاد	علامہ ابن القیم	دارالفجر، قاھرہ
(۲۰) مرقاۃ المفاتیح	ملاعلی قاریؒ	بنگلہ اکیڈمی دیوبند

(۲۱) مشکوۃ المصابیح	علامہ خطیب تبریزیؒ	مکتبہ بلال دیوبند
(۲۲) إعلاء السنن	علامہ ظفر احمد التھانویؒ	دار الکتب العلمیۃ
(۲۳) ردّ المحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ	زکریا بک ڈپو دیوبند
(۲۴) فتاوی ہندیہ لجنۃ من علماء الہند فی عصر	اورنگ زیبؒ	زکریا بک ڈپو دیوبند
(۲۵) البنایۃ شرح ہدایہ	علامہ عینیؒ	مکتبہ نعیمہ، دیوبند
(۲۶) المغنی	امام ابن قدامہ حنبلیؒ	دار الکتب العلمیہ
(۲۷) الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ زحیلی	دار الفکر، دمشق
(۲۸) معارف القرآن	مفتی شفیع عثمانیؒ	کتب خانہ نعیمہ دیوبند
(۲۹) مسلم پرسنلا کا مسئلہ	قاضی مجاہد الاسلامؒ	مسلم پرنسلا بورڈ
(۳۰) مجموعہ قوانین اسلامی	ابوداؤد سلیمان السجستانیؒ	مسلم پرنسلا بورڈ
(۳۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل	مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	زکریا بک ڈپور دیوبند
(۳۲) قاموس الفقہ	خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ	کتب خانہ نعیمیہ
(۳۳) جدید فقہی مسائل	خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ	کتب خانہ نعیمیہ
(۳۴) شمع فروزاں	خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ	کتب خانہ نعیمیہ
(۳۵) کتاب النوازل	مفتی سلمان صاحب منصور پوری	مکتبہ جاوید دیوبند
(۳۶) اسلامی شادی	افادات حضرت تھانویؒ	افادات اشرفیہ ہتھورا
(۳۷) ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول	حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب مدظلہ	

❀--❀--❀

مؤلف کی دیگر تالیفات

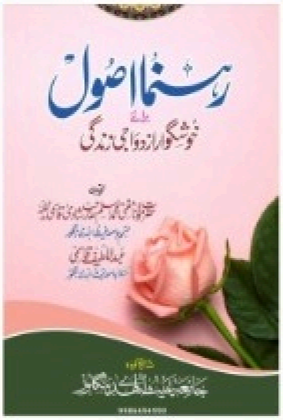

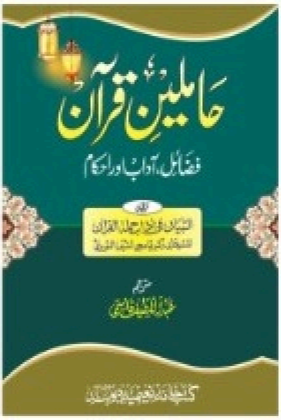

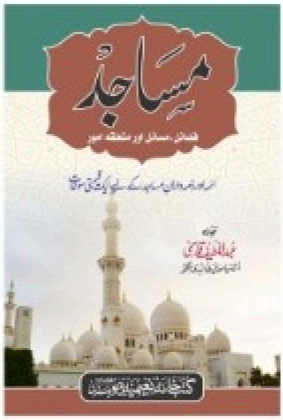

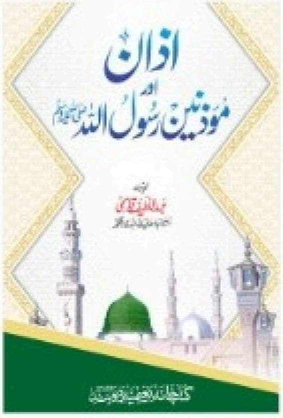

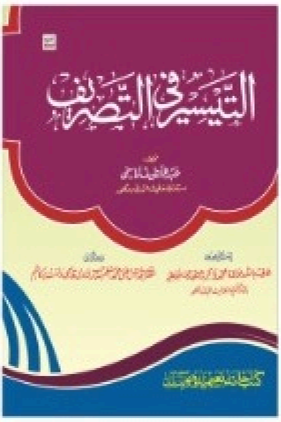

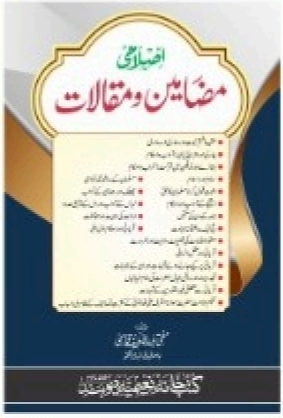

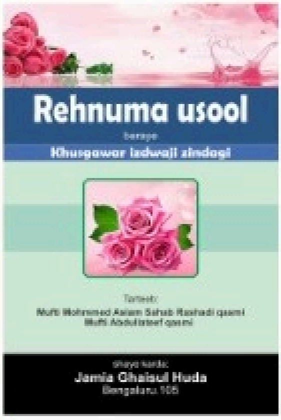

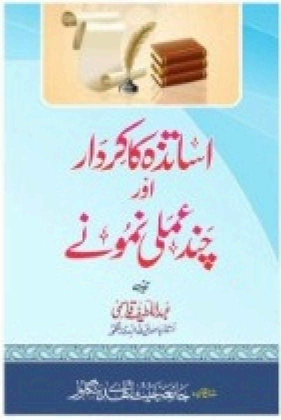

KUTUB KHANA NAIMIA
Jama Masjid, Deoband U.P. India
Whatsapp No. 9756202118, 9897949325, 9557895550
Email: naimiabookdepot@yahoo.com